مدینۃ المسیح

قادیان ۲۴ جنوری ۱۹۴۰ء سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے متعلق سوا نو بجے شب کی اطلاع مظہر ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کے فضل سے حضور کی طبیعت اچھی ہے۔ الحمد للہ

حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کی طبیعت ناساز ہے دعائے صحت کی جائے۔

حضرت نواب محمد علی خان صاحب کی دو صاحبزادیاں بعارضہ بخار بیمار رہیں۔ صحت کے لئے دعا کی جائے ؂

آج نو بجے صبح سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے دارالانوار میں مرزا احمد بیگ صاحب انکم ٹیکس آفیسر حال جھنگ کے مکان کا سنگ بنیاد رکھا اور دعا فرمائی

۲۱۔ جنوری بعد نماز عشاء مسجد دارالرحمت میں مجلس خدام الاحمدیہ کا سہ ماہی جلسہ زیر صدارت صاحبزادہ حافظ مرزا ناصر احمد صاحب منعقد ہوا۔ جس میں سکرٹری کی رپورٹ کے بعد خانصاحب بہادر چودھری ابو الہاشم خان صاحب مولوی ابو العطاء اللہ دتا صاحب اور مولوی ظل الرحمٰن صاحب نے "مجلس خدام الاحمدیہ کا ممبر کیوں بننا چاہیئے" کے موضوع پر تقریریں کیں۔ آخر میں صاحب صدر نے خدام الاحمدیہ کو ضروری ہدایات دیں ؂

چندہ تحریک جدید سال ششم کے وعدوں کی آخری تاریخ

۳۱ جنوری ۱۹۴۰ء ہے

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے چندہ تحریک جدید سال ششم کے وعدوں کے لئے جو اعلان فرمایا ہے۔ اس کی آخری تاریخ ہندوستان کے لئے ۳۱ جنوری ۱۹۴۰ء ہے۔ سکرٹری صاحبان تحریک جدید کو اس تاریخ تک اپنی اپنی جماعت کے وعدے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں بھجوا دینے چاہئیں۔ اور جہاں سکرٹری تحریک جدید نہ ہوں۔ وہاں احباب خود اس طرف فوری توجہ کریں۔ کیونکہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ اعلان فرما چکے ہیں۔ کہ یکم فروری ۱۹۴۰ء کے بعد کا بھیجا ہوا ہندوستان کا کوئی وعدہ تحریک جدید منظور نہ کیا جائیگا۔ سوائے اُن مستثنیات کے جو وقتاً فوقتاً بیان ہوتی رہی ہیں ؂

رزق کے دینے اور رزق کو چھیننے والا خدا زمین و آسمان کے ذرہ ذرہ اور کائنات کا مالک خدا آواز دیتا ہے۔ ایک کمزور ناتوان اور نحیف انسان کو کہ

میں مدد کا محتاج ہوں

میری مدد کرو۔ تو وہ کمزور اور ناتوان اور نحیف بندہ عقل سے کام نہیں لیتا۔ وہ یہ نہیں کہتا۔ کہ حضور کیا فرما رہے ہیں؟ کیا حضور مدد کے محتاج ہیں۔ حضور تو زمین و آسمان کے بادشاہ ہیں۔ میں کنگال غریب اور کمزور آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں۔ وہ یہ نہیں کہتا۔ بلکہ وہ نحیف و زار اور کمزور جسم کو لے کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں۔ میں حاضر ہوں۔ کون ہے۔ جو ان جذبات کی گہرائیوں کا اندازہ کر سکتا ہے۔ سوائے اس کے جسے

محبت کی چاشنی

سے تھوڑا بہت حصہ ملا ہو۔ آج سے پچاس سال پہلے اسی خدا نے پھر یہ آواز بلند کی اور قادیان کے گوشۂ تنہائی میں پڑے ہوئے ایک انسان سے کہا۔ کہ مجھے مدد کی ضرورت ہے۔ مجھے دنیا میں ذلیل کر دیا گیا ہے۔ میری دنیا میں کوئی عزت نہیں۔ میرا دنیا میں کوئی نام لیوا نہیں۔ میں بے یار و مددگار ہوں۔ اے میرے بندے میری مدد کر۔ اس نے یہ نہیں سوچا کہ کہنے والا کون ہے۔ اور جس سے خطاب کیا جاتا ہے۔ وہ کون ہے۔ اس کی عقل نے یہ نہیں کہا کہ مجھے بلانے والے کے پاس تمام طاقتیں ہیں۔ میں بھلا اس کی کیا مدد کر سکتا ہوں۔ اس کی محبت نے اس کے دل میں ایک آگ لگا دی اور وہ دیوانہ وار جوش میں کھڑا ہو گیا۔ اور کہنے لگا۔

میرے رب میں حاضر ہوں

میرے رب میں حاضر ہوں۔ میرے رب میں بچاؤں گا۔ میرے رب میں بچاؤں گا

یہی تو وہ ساعت ہے۔ جس کے متعلق اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ لیلۃ القدر خیرٌ من الف شہر اس رات پر ہزاروں راتیں قربان ہیں۔ اور چونکہ بار بار ایسی راتیں آ جاتی ہیں اس لئے خدا نے خیرٌ من الف شہر کہا۔ ورنہ اگر ایک ہی رات ہوتی تو دنیا کی ساری راتیں اس ایک رات اس ایک گھنٹے اس ایک منٹ اور اس ایک سیکنڈ پر قربان کی جا سکتی ہیں۔ جب ایک کمزور بندہ اپنی محبت کے جوش میں بغیر سوچے سمجھے اور بغیر عواقب پر غور کئے تلوار لے کر کھڑا ہو جاتا اور

خدا کے اردگرد پہرہ

دینے لگ جاتا ہے۔ وہ کیا ہی شاندار نظارہ ہوتا ہے جب قادر و قدیر خدا۔ جب زمین و آسمان کو پیدا کرنے والا خدا ایک نحیف و زار جسم کے ساتھ چارپائی پر لیٹا ہوا ہوتا ہے۔ اور ایک نحیف و زار انسان جو اپنی کمر بھی سیدھی نہیں کر سکتا وہ تلوار لے کر اس کے اردگرد پہرہ دے رہا ہوتا ہے اور کہتا ہے۔ میں اسے بچاؤں گا۔ میں اسے بچاؤں گا اس سے زیادہ

محبت کا شاندار نظارہ

کبھی نظر نہیں آ سکتا۔ اور کبھی نظر نہیں آ سکتا۔

یہی رات ہمارے زمانہ میں بھی آئی اور خدائے قادر نے آواز دی کہ کوئی بندہ ہے جو مجھے بچائے۔ تب زمین کے گوشوں میں سے ایک کمزور شخص آگے بڑھا۔ اور اس نے کہا۔ اے میرے رب میں حاضر ہوں۔ عقلمند انسان چاہے اسے بیوقوفی قرار دیں اور فلاسفر چاہے اسے نادانی قرار دیں۔ مگر جیسا کہ میں نے ابھی کہا ہے۔ ہزاروں عقلیں اس بیوقوفی پر قربان کی جا سکتی ہیں۔ اور ہزاروں فلسفے کے خیالات اس

بظاہر نادانی کے خیال پر قربان کئے جا سکتے ہیں۔ پھر اس کا وہ اعلان محض وقتی اعلان نہ تھا۔ اس کا اظہار محبت ایک وقتی جوش نہ تھا۔ وہ کھڑا ہو گیا۔ اور کھڑا ہی رہا۔ یہاں تک کہ اس نے اپنے مقصود کو حاصل کر لیا۔

کیا تم نے کبھی گھروں میں نہیں دیکھا۔ کہ وہاں بعض دفعہ کیا تماشہ ہوا کرتا ہے۔ میں نے تو اس قسم کا تماشہ کئی دفعہ دیکھا اور میں سمجھتا ہوں۔ ہر گھر میں کبھی نہ کبھی ایسا ہو جاتا ہوگا۔ کہ کبھی کبھی مائیں ہنسی کے طور پر کپڑا مونہہ پر ڈال کر رونے لگ جاتی ہیں۔ اور اوں اوں کرتے ہوئے اپنے کسی بڑے بھائی یا خاوند یا کسی دوسرے عزیز رشتہ دار کا نام لے کر بچے سے کہتی ہیں کہ وہ مجھے مارتے ہیں۔ یہ دیکھ کر دو ڈیڑھ سال کا بچہ کود کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور اپنا ہاتھ اٹھا لیتا ہے۔ گویا وہ اس شخص کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ جس کے متعلق اس کی ماں کہتی ہے کہ وہ مجھے مارتا ہے۔ حالانکہ ماں کو بچانا تو الگ رہا بعض دفعہ وہ اپنا ہاتھ بھی اچھی طرح نہیں اٹھا سکتا مگر جانتے ہو۔ یہ کیا ہوتا ہے۔ یہ

محبت کا مظاہرہ

ہوتا ہے۔ کہ بچہ یہ نہیں دیکھتا میں کمزور اور ناتواں ہوں۔ بلکہ ماں جب اسے آواز دیتی ہے۔ تو وہ اپنی کمزور حالت کو نظر انداز کرتے ہوئے اس کی مدد کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے۔ یہی حالت اس رات اس گھڑی اس سیکنڈ اور اس پل میں نبیوں کی ہوتی ہے خدا تعالےٰ کہتا ہے۔ اے میرے بندے میں چھوڑ دیا گیا۔ اے میرے بندے مجھے دنیا نے دھتکار دیا۔ اور مجھے اپنے گھر سے نکال دیا۔ کوئی ہے۔ جو مجھے بچائے۔ اور وہ ناتواں اور نحیف بندہ چھوٹے سے نادان بچے کی طرح مٹھیاں

بھینچ کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور کہتا ہے میں بچاؤں گا۔ میں بچاؤں گا۔ پھر وہ صرف کہتا ہی نہیں۔ بلکہ اس کو بچانے میں لگ جاتا ہے۔ اس بچے کا تو عشق کامل نہیں ہوتا۔ اگر واقعہ میں جو شخص ہنسی کر رہا ہوتا ہے۔ وہ اس بچے کو تھپڑ مارے۔ تو اس نے ماں کو تو کیا بچانا ہے۔ وہ خود ماں سے لپٹ جائے گا۔ اور دوڑ کر اس کی گود میں چلا جائے گا۔ مگر یہ شخص ایسا ہوتا ہے۔ کہ دنیا اسے مارتی ہے۔ ہاتھوں سے بھی اور لاتوں سے بھی اور دانتوں سے بھی۔ اور چاروں طرف سے اس پر لعنت اور پھٹکار ڈالی جاتی ہے۔ مگر وہ اپنے جسم کو ہلاتا نہیں وہ چیختا نہیں۔ وہ چلاتا نہیں۔ بلکہ برابر مقابلہ کئے جاتا ہے۔ یہاں تک کہ

خدا تعالےٰ کی رحمتیں

نازل ہونے لگتی ہیں۔ اور ایک ایک کر کے۔ ایک کر کے۔ ایک کر کے بندوں کو وہ خدا تعالےٰ کے دربار میں لانا شروع کر دیتا ہے۔ وہ

کمزور بازو طاقت پکڑنے لگ جاتے ہیں

وہ لڑکھڑانے والی زبان مضبوط ہونے لگ جاتی ہے۔ وہ دبی ہوئی آواز طاقت و قوت پکڑتی جاتی ہے۔ اور وہ نہایت ہی ذلیل نظر آنے والا وجود اپنے اندر ایسی ہیبت پیدا کر لیتا ہے۔ کہ لوگ اس سے کانپنے اور اس کے سامنے کھڑا ہونے سے لرزتے ہیں۔ اور وہ قربانی کرتا چلا جاتا ہے۔ کرتا چلا جاتا ہے۔ اور کرتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ کے حضور وہ ایک جماعت کو لا ڈالتا ہے۔ اور زمین و آسمان کا خدا جسے لوگوں نے اپنے گھروں میں سے نکال دیا تھا۔ اس کے لئے نئے نئے محلات بننے لگ جاتے ہیں۔ کوئی یہاں۔ کوئی وہاں۔ کوئی ادھر کوئی اُدھر۔ اور وہ خدا جو مسیحؑ کی طرح

اپنے نبی کو یہ آواز دیتا ہے۔ کہ اے میرے بندے لومڑیوں کے بھٹ ہوتے ہیں اور ہوا کے پرندوں کے گھونسلے مگر میرے لئے تو سر چھپانے کی بھی جگہ نہیں۔ اس کے لئے وہ سب سے پہلے اپنے

دل کا دروازہ

کھول دیتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ اے میرے رب یہ گھر حاضر ہے۔ پھر وہ اور گھروں کے تالے کھولتا ہے اور دیوانہ وار اور مجنونانہ وار کھولتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک گھر کی بجائے خدا کے کئی گھر ہو جاتے ہیں۔ اور خدا کی حکومت زمین پر اسی طرح قائم ہو جاتی ہے۔ جس طرح وہ آسمان پر قائم ہے۔ پھر یہ سلسلہ بڑھتا جاتا ہے۔ بڑھتا جاتا ہے۔ اور بڑھتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک وقت آتا ہے۔ جب خدا اپنے بندے سے کہتا ہے۔ کہ میرے بندے تو نے بہت خدمت کر لی۔ اور میں سمجھتا ہوں تو نے اپنی خدمت کا حق ادا کر دیا پس جس طرح تو نے اپنے دل کو میرے لئے کھولا تھا۔ اور اپنے دل کو میرا گھر بنایا تھا۔ اسی طرح آج میں تجھ کو اپنے گھر میں بلاتا ہوں۔

آ اور میرے پاس بیٹھ

پس خدا اس کو اپنے پاس بلا لیتا اور وہ دنیا کی تکلیفوں اور شور شوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔

اس نبی کے بلائے جانے کے بعد دنیا میں جو بیج بوئے ہوئے ہوتے ہیں۔ وہ پھر نئی جدوجہد شروع کر دیتے ہیں

نبوت خلافت کا جامہ پہن لیتی ہے

اور خلافت کے ذریعہ پھر خدا کے لئے نئے قلوب کی فتح شروع ہو جاتی ہے یہی اس زمانہ میں ہوا۔ اور جب ہم نے ایک جشن منایا۔ ایک خوشی کی تقریب سر انجام دی۔ تو کسان کی زبان میں ہم نے یہ کہا کہ ہم نے پہلی فصل کاٹ لی۔ مگر کیا جانتے ہو۔ کہ دوسرے لفظوں میں ہم نے کیا کہا۔ دوسرے لفظوں میں ہم نے یہ کہا۔ کہ آج سے پچاس سال پہلے جو ایک بیج بویا گیا تھا۔ اس بیج کی فصل ہم نے کاٹ لی۔ اب ہم ان بیجوں سے جو پہلی فصل سے تیار ہوئے تھے۔ ایک نئی فصل بونے لگے ہیں۔ اس

عظیم الشان کام کے آغاز

سے بعد تم سمجھ سکتے ہو۔ کہ تم پر کتنی عظیم الشان ذمہ داریاں عائد ہو گئی ہیں۔ تم نے اب اپنے اوپر یہ ذمہ داری عائد کی ہے۔ کہ جس طرح ایک بیج بڑھ کر اتنی بڑی فصل ہو گیا اسی طرح اب تم ان بیجوں کو بڑھاؤ گے جو اس فصل پر تم نے بوئے ہیں۔ اور اسی رنگ میں بڑھاؤ گے جس رنگ میں پہلی فصل بڑھی۔ پس ہم نے جشن مسرت منا کر اس بات کا اعلان کیا ہے۔ کہ جس طرح ایک بیج سے لاکھوں نئے بیج پیدا ہو گئے تھے۔ اسی طرح اب ہم ان لاکھوں بیجوں کو از سر نو زمین میں بوتے ہیں۔ جس کے معنے یہ ہیں۔ کہ پچھلے پچیس یا پچاس سال میں جس طرح سلسلہ نے ترقی کی ہے۔ اسی طرح اتنے ہی گنے اگلے پچیس[۲۵] یا پچاس[۵۰] سال میں ہم آج کی جماعت کو بڑھا دیں گے یہ کوئی معمولی ذمہ داری نہیں جو تم نے اپنے اوپر عائد کی۔ گذشتہ پچاس سال میں ایک بیج سے لاکھوں بیج بنے تھے۔ اب جب تک اگلے پچاس سال میں ان لاکھوں سے کروڑوں نہیں بنیں گے اس وقت تک ہم اپنی ذمہ داری سے سبکدوش نہیں سمجھے جائیں گے اگر ہم جشن نہ مناتے۔ اگر ہم یہ نہ کہتے کہ

الحمد للہ کہنے کا زمانہ

آ گیا۔ تو ہم ایاک نعبد وایاک نستعین کا زمانہ بھی پیچھے ڈال سکتے تھے۔ مگر جب ہم نے جشن منا لیا۔ اور پہلی فصل کاٹ لی۔ تو بالفاظ دیگر ہم نے دوسری فصل کو بو دیا اور ہمارا کام از سر نو شروع ہو گیا۔ اور جب کہ ایک بیج سے اتنے دانے نکلے تھے تو کیا اب ہمارا فرض نہیں کہ ہم ان بیجوں کو اتنے گنے بڑھائیں جتنے گنے وہ ایک بیج بڑھا۔ اور پھولا اور پھلا۔ پس یقیناً اس جشن کے بعد ہم پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہو چکی ہے۔ کیونکہ کیا بلحاظ جانی قربانیوں کے کیا بلحاظ مالی قربانیوں کے۔ کیا بلحاظ علمی ترقیات کے۔ کیا بلحاظ تبلیغ کے۔ کیا بلحاظ تعلیم و تربیت کے اور کیا بلحاظ کثرت تعداد اور زیادت نفوس کے غرض ہر رنگ میں ہم نے

پہلی فصل کے کاٹنے اور دوسری فصل کے بونے کا اعلان

کیا ہے۔ مگر پہلی فصل صرف ایک بیج سے شروع ہوئی تھی۔ اور اس دوسری فصل کی ابتدا لاکھوں بیجوں سے ہوتی ہے۔ اس لئے جب تک ہم یہ ارادہ نہ کر لیں کہ ان لاکھوں بیجوں کو اتنی ہی تعداد سے ضرب دیں گے۔ جتنی تعداد سے اس ایک بیج نے ضرب کھائی تھی۔ اسوقت تک ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہم نے اپنی ذمہ داریوں کو سمجھ لیا ہے۔

مالی لحاظ سے وہ فصل خالی خزانے سے شروع ہوئی تھی۔ اور لاکھوں تک پہنچ گئی۔ مگر یہ فصل اب

لاکھوں سے شروع

ہوتی ہے۔ اسی طرح وہ فصل ایک کلمہ سے شروع ہوئی تھی۔ اور سینکڑوں کتابوں تک پہنچ گئی۔ اور یہ فصل سینکڑوں کتابوں سے شروع ہوتی ہے۔ پس جب تک اب لاکھوں روپیہ سے کروڑوں روپیہ اور سینکڑوں کتابوں سے ہزاروں اور لاکھوں کتابیں نہ بن جائیں اسوقت تک ہمارا کام ختم نہیں ہو سکتا۔

غرض اس جشن کے منانے سے ہم نے یہ اعلان کیا ہے۔ کہ ہم نے پہلی فصل کاٹ لی۔ اور نئے سرے سے اس سے حاصل شدہ بیجوں کو زمین میں ڈال دیا۔ میرا تو جسم کا ذرہ ذرہ کانپ جاتا ہے جب مجھے یہ خیال آتا ہے۔ کہ کتنی اہم ذمہ داری ہے۔ جو جماعت نے اپنے اوپر عائد کی۔ اگر ہم پہلی فصل نہ کاٹتے تو ہماری ذمہ داریاں کم رہتیں۔ مگر جب ہم نے اس فصل کو کاٹ کر الحمد للہ کہا تو ایاک نعبد وایاک نستعین کی ذمہ داریوں کی ادائیگی کا سامان بھی ہمیں مہیا کرنا پڑا۔ پس میں جماعت کے دوستوں کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ اس جلسہ کے نتیجہ میں ہم نے لاکھوں نئے بیج زمین میں بو دیئے ہیں اب ہمارا فرض ہے کہ اگلے پچیس یا پچاس سال میں

ہم جماعت میں حیرت انگیز طور پر تغیر پیدا کریں۔ کیا بلحاظ آدمیوں کی تعداد کے۔ اور کیا بلحاظ مالی قربانی کے۔ اور کیا بلحاظ تبلیغ کے۔ اور کیا بلحاظ تربیت کے۔ اور کیا بلحاظ تعلیم کے۔ آج سے مثلاً پچیس یا پچاس سال کے بعد اگر ہم نئی نسل سے ویسے ہی شاندار نتائج نہ دکھائیں جیسے پہلی پچاس سالہ نسل کے نتائج نکلے۔ تو ہماری الحمد بے معنی اور ہماری ایاک نعبد وایاک نستعین جھوٹی ہو جاتی ہے۔

پس میں جماعت کے دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ اس جلسہ کے بعد ان کو

اپنی نئی ذمہ واریاں

بہت جوش اور توجہ کے ساتھ ادا کرنی چاہئیں۔ جب ہماری پہلی نسل کے جو نتائج رونما ہوئے ہیں۔ ہماری کوشش یہ ہونی چاہیئے۔ کہ اگر اس سے زیادہ نہیں تو کم سے کم اتنے ہی گنے نتائج نئی نسل کے ضرور رونما کر دیں۔ اور اگر پہلے ایک سے لاکھوں ہوئے۔ تو آج سے پچاس سال کے بعد وہ کروڑوں ضرور ہو جائیں۔ اگر آج سے پچیس سال پہلے جماعت دس بارہ گنے بڑھتی تھی۔ تو اگلے پچیس سال میں کم سے کم دس بارہ گنے ضرور بڑھ جانی چاہئے۔ مگر یہ کیونکر ہو سکتا ہے جب تک ہر احمدی کیا مرد اور کیا عورت اور کیا بچہ اور کیا بوڑھا۔ اور کیا کمزور اور کیا مضبوط اپنے ذمہ یہ فرض عائد نہ کرے کہ میں احمدیت کی ترقی کے لئے اپنے اوقات صرف کروں گا۔ اور

اپنی زندگی کا اولین مقصد

اشاعت دین اور اشاعت احمدیت سمجھوں گا۔ اسی طرح علمی طور پر کب ترقی ہو سکتی ہے۔ جب تک ہماری جماعت کا ہر فرد دین سیکھنے اور دینی باتیں سننے اور پڑھنے کی طرف توجہ نہ کرے اسی طرح مالی قربانی میں کب ترقی ہو سکتی ہے۔ جب تک ہماری جماعت نہ صرف قربانیوں میں بیش از بیش ترقی کرے بلکہ اپنے اخراجات میں بھی دیانتداری سے کام لے۔ مال ہمیشہ دونوں طرح سے بڑھتا ہے۔ زیادہ قربانیوں سے بھی بڑھتا ہے۔ اور زیادہ دیانتداری سے خرچ کرنے سے بھی بڑھتا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ ایک شخص کو ایک دینار دیا۔ اور فرمایا جاکر قربانی کے لئے کوئی عمدہ سا بکرا لا دو۔ اس نے کہا بہت اچھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ حاضر ہوا۔ اور کہنے لگا یا رسول اللہ یہ بکرا موجود ہے۔ اور ساتھ ہی اس نے دینار بھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو واپس کر دیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حیران ہوئے اور فرمایا یہ کس طرح؟ وہ کہنے لگا یا رسول اللہ مدینہ میں شہر کی وجہ سے چیزیں گراں ملتی ہیں۔ میں دس بارہ میل باہر نکل گیا۔ وہاں آدھی قیمت پر بکرے فروخت ہو رہے تھے۔ میں نے ایک دینار میں دو بکرے لے لئے اور واپس چل پڑا۔ جب میں آ رہا تھا۔ تو رستہ میں ایک شخص مجھے ملا۔ اسے بکرے پسند آئے۔ اور کہنے لگا۔ اگر فروخت کرنا چاہو۔ تو ایک بکرا مجھے دے دو۔ میں نے ایک بکرا ایک دینار میں اسے دے دیا۔ پس اب بکرا بھی حاضر ہے اور دینار بھی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اس سے بہت ہی خوش ہوئے۔ اور آپ نے اس کے لئے دعا فرمائی۔ کہ خدا تجھے برکت دے۔ صحابہؓ کہتے ہیں۔ اس دعا کے نتیجہ میں اسے ایسی برکت ملی۔ کہ اگر وہ مٹی میں بھی ہاتھ ڈالتا۔ تو وہ سونا بن جاتی۔ اور لوگ بڑے اصرار سے اپنے روپے اسے دیتے۔ اور کہتے کہ یہ روپیہ کہیں تجارت پر لگا دو۔ غرض

کروڑوں کروڑ روپیہ اسے آیا

تو اچھی طرح خرچ کرنے سے بھی مال بڑھتا ہے۔ مال بڑھنے کی صرف یہی صورت نہیں ہوتی۔ کہ ایک کے دو بن جائیں۔ بلکہ اگر تم

ایک روپیہ کا کام اٹھنی میں

کرتے ہو۔ تو بھی تمہارے دو بن جاتے ہیں۔ بلکہ اگر تم روپیہ کا کام اٹھنی میں کرتے ہو۔ اور ایک روپیہ زائد بھی کما لیتے ہو۔ تو تمہارے دو نہیں بلکہ چار بن جائیں گے۔ پس صرف یہی کوشش نہیں ہونی چاہیئے کہ مالی قربانیوں میں زیادتی ہو۔ بلکہ اخراجات میں کفایت کو بھی مد نظر رکھنا چاہیئے۔ اور میں کارکنوں کو بالخصوص اس طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ ایک روپیہ کا کام اٹھنی میں کرنے کی کوشش کیا کریں۔

غرض اب جو ہمارے پاس جماعت موجود ہے۔ اب جو ہمارے پاس روپیہ ہے۔ اب جو ہمارے پاس تبلیغی سامان ہیں۔ اب جو ہمارے دنیا میں مشن قائم ہیں۔ اب جو ہماری تعلیم اور اب جو ہماری تربیت ہے۔ ان سب کو

بیج

تصور کرکے آئندہ پچاس سال میں ہمیں جماعت کی ترقی کے لئے سرگرم جدوجہد کرنی چاہیئے۔ تاکہ آئندہ پچاس سال میں موجودہ حالت سے ہماری تعداد بھی بڑھ جائے۔ ہمارا مال بھی بڑھ جائے۔ ہمارا علم بھی بڑھ جائے ہماری تبلیغ بھی بڑھ جائے۔ اور اسی نسبت سے بڑھے جس نسبت سے وہ پہلے پچاس سال میں بڑھا۔ اگر ہم اس رنگ میں کوشش نہیں کریں گے تو اس وقت تک

ہماری نئی نسل

کبھی کامیاب نہیں کہلا سکتی۔ مگر یہ کام ویسا ہی ناممکن ہے جیسے آج سے پچاس سال پہلے نظر آتا تھا۔ سو اس وقت خدا کا ایک نبی کھڑا ہوا تھا۔ اسے تنگ اس وقت کوئی احمدی نہ تھا۔ مگر خدا کا نبی دنیا میں موجود تھا۔ جو اس پیغام کو لے کر دنیا میں کھڑا ہوا تھا۔ مگر آج وہ نبی ہم میں موجود نہیں۔ اور اس وجہ سے ہماری آواز میں وہ شوکت نہیں جو اس کی آواز میں شوکت تھی۔ پس آج ہمیں اس سے زیادہ آواز بلند کرنی پڑے گی۔ اور ہمیں اس سے زیادہ قربانیاں کرنی پڑیں گی اس سے زیادہ گڑگڑا کر دعائیں بھی۔ اور اللہ تعالےٰ کے دروازہ کو کھٹکھٹاؤ۔ اور یاد رکھو کہ جب تک جماعت

دعاؤں پر یقین

رکھے گی۔ جب تک تم ہر بات میں اللہ تعالےٰ سے امداد کے طالب رہو گے۔ اس وقت تک تمہارے کاموں میں برکت رہے گی۔ مگر جس دن تم یہ سمجھو گے۔ کہ یہ کام ہم نے کیا۔ جس دن تم یہ سمجھو گے کہ یہ نتائج ہماری محنت سے نکلے۔ اور جس دن تم یہ سمجھو گے کہ یہ ترقی تمہاری کوششوں کا نتیجہ ہے۔ اسی دن تمہارے کاموں میں سے برکتیں بھی جاتی رہیں گی۔ کیا تم نہیں دیکھتے۔ کہ آج دنیا میں تم سے بہت زیادہ طاقتور قومیں موجود ہیں مگر ان سے کوئی نہیں ڈرتا۔ اور تم سے سب لوگ ڈرتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے۔ کہ تمہاری مثال اس تار کی سی ہے۔ جس کے پیچھے بجلی کی طاقت ہوتی ہے۔ اب اگر تار یہ خیال کرے۔ کہ لوگ مجھ سے ڈرتے ہیں۔ تو یہ اس کی حماقت ہوگی۔ کیونکہ لوگ تار سے نہیں۔ بلکہ اس بجلی سے ڈرتے ہیں۔ جو اس تار کے پیچھے ہوتی ہے۔ جب تک اس میں بجلی رہتی ہے ایک طاقتور آدمی بھی اگر تار پر ہاتھ رکھے۔ تو وہ اس کے ہاتھ کو جلا دے گی۔ لیکن اگر بجلی نہ رہے تو ایک کمزور انسان بھی اس تار کو توڑ پھوڑ سکتا ہے۔ پس

اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق رکھو

اور اس بجلی کو اپنے اندر سے نکلنے نہ دو بلکہ اسے بڑھاؤ اور ترقی دو۔ تبھی اور تبھی تم کامیابی کو دیکھ سکتے اور نئی نسل زیادہ شان اور زیادہ عمدگی کے ساتھ پیدا کر سکتے ہو۔ لیکن اگر یہ بجلی نکل گئی تو پھر تم کچھ بھی نہیں رہو گے۔ ہاں اگر یہ بجلی رہی تو دنیا کی کوئی طاقت تمہارا مقابلہ نہیں کر سکے گی اور اس صورت میں تمہارا یہ عزم کہ ہم اگلے پچاس سال میں تمام دنیا پر چھا جائیں ناممکن نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ کام خدا نے کرنا ہے۔ اور خدا کیلئے کوئی چیز ناممکن نہیں ؎

بعض اخبار نویسوں کا طریق عمل

بعض اخبار نویسوں کو محض خانہ پُری کے لئے رطب ویابس مضامین شائع کرنے پڑتے ہیں۔ اور اس میں چند در چند مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ یہ مشکلات ان اخباروں کو خصوصاً آئے دن در پیش رہتی ہیں۔ جو کوئی مستقل مزاحیہ عنوان قائم کر لیتے ہیں۔ اور پھر اس صنعتِ لزوم مالایلزم سے عہدہ برآ ہونے کے لئے انہیں ہزار جتن کرنے پڑتے ہیں مگر دوسروں کا مضحکہ اڑانے میں بعض دفعہ خود مضحکہ بن جاتے ہیں۔ با اصول اور حقیقی بہی خواہان ملک وملت جو اخبارات ہیں۔ وہ اس سے مستثنےٰ ہیں۔ مندرجہ ذیل مکالمات سے اس جگر کاوی اور تلبیس کا اندازہ ہوگا۔ جو بعض مزاح نگار اخبارات عمل میں لاتے ہیں۔

(۱)

مدیر۔ کیا کل کا پرچہ تیار ہو چکا۔ کوئی کمی تو نہیں۔

نائب مدیر۔ جناب اور تو سب پرچہ مکمل ہو چکا۔ مگر ایک کالم خالی رہ گیا ہے باوجود کوشش کوئی مضمون نہیں مل سکا۔

مدیر۔ اچھا۔ آپ لکھ دیں فلاں رئیس آج موٹر میں جا رہے تھے۔ اچانک حادثہ پیش آگیا۔ موٹر الٹ گئی۔ اور رئیس صاحب جاں بحق تسلیم ہو گئے اس کے بعد ان کی سیرت وسوانح پر دو نقد ایک مقالہ سپرد قلم کر دیں۔ بس کالم پورا ہو جائے گا۔

نائب مدیر۔ بہتر

مدیر۔ آپ نے وہ مقالہ لکھ لیا۔ اور کالم مکمل ہوا یا نہیں۔

نائب مدیر۔ جناب۔ کالم تو تقریباً مکمل ہے۔ مگر دو سطروں کی جگہ پھر بھی خالی رہ گئی ہے۔

مدیر۔ تو پھر لکھ دیں۔ کہ ہم یہ خبر چھاپ چکے تھے۔ کہ اس کی تردید ہو گئی ہے۔ رئیس موصوف بخیریت ہیں۔

(۲)

مدیر۔ کل کا پرچہ مکمل ہے۔

نائب مدیر۔ پرچہ تو تمام مکمل ہے۔ مگر مزاحیہ عنوان کے لئے آج کوئی مضمون نہیں۔ آخر روز بروز مزاحیہ مضامین کہاں سے پیدا ہوں۔ ؎

مصیبت بود روز نایافتن

مدیر۔ معلوم ہوتا ہے۔ تم فن صحافت سے پورے واقف نہیں۔ یہ فن شریف جداگانہ اصول رکھتا ہے۔ جب تک ان پر کماحقہٗ عبور نہ ہو۔ یہ کام چل نہیں سکتا۔ دیکھو آج کسی اخبار میں کوئی نظم چھپی ہو۔ تو اس پر نقد و نظر کر ڈالو۔

نائب مدیر۔ اور تو نہیں۔ ایک اخبار میں ایک نظم چھپی ہے۔ نہایت بلند پایہ۔ نئی زمین میں۔ اور تصوف وعرفان میں ڈوبی ہوئی۔

مدیر۔ میں کئی دفعہ کہہ چکا ہوں۔ کہ آپ سے یہ کام نہیں چل سکے گا۔ دیکھو مزاحیہ کالم کبھی خالی نہ رہنے پائے۔ یہی تو رونقِ بازار کا موجب ہے۔

نائب مدیر۔ تو فرمایئے۔ اس کالم میں آج کیا لکھا جائے۔

مدیر۔ آپ نے یہ شعر بھی دیکھا ہے ؎

مطربِ عشق ومحبت گوش برآواز ہُوں
نغمۂ شیریں سنادے۔ ہاں سنادے آج تو

نائب مدیر۔ میں نے یہ شعر خوب دیکھا ہے۔ اور اس کی فصاحت وبلاغت ظاہر ہے۔ مطربِ عشق ومحبت سے خطاب یعنی سازِ محبت پُر ہے۔ اس پر گوش برآواز ہونا فروری۔ مگر صبر کہاں زبان سے بھی نغمۂ شیریں سنانے کی التجا۔ اور پھر اس پر بس نہیں۔ دل سے ہاں سنادے آج تو کی تاکید مزید۔ شعر کا لفظی اور معنوی دروبست عجب رنگ رکھتا ہے۔ للہ درقائل

مدیر۔ آپ کو داد دینے کے لئے نہیں کہا گیا۔ مطلب سعدی دگر است۔ دیکھو یہ لفظ ہُوں واحد متکلم کا صیغہ ہے۔ مگر آپ اسے جمع غائب یعنی ہوں تصور کر کے اس شعر کی تغلیط کر دیں۔ اور لکھ دیں کہ پہلا مصرعہ یوں ہونا چاہئے تھا ؎

مطربانِ عشق والفت گوش برآواز ہوں

نائب۔ لیکن اس ترمیم سے تو مفہوم الٹ ہو کر شعر بے معنی ہو جائے گا۔ علاوہ بریں۔ لفظ عشق ومحبت میں جو زور اور فصاحت ہے۔ وہ عشق والفت میں کہاں محبت اور الفت کے لغوی معنوں پر آپ غور فرمائیں۔ اور شعر میں انکے محل استعمال پر۔

مدیر۔ آپ اتنے دقیقہ سنج نہ ہوں۔ ان باریکیوں کو کون جانتا ہے۔ جس طرح کہا گیا ہے۔ تعمیل کریں۔

نائب۔ لیجئے جناب حسب گفتہ انتقاد کر دیا گیا ہے۔ مگر پھر بھی مزاحیہ کالم ابھی تشنۂ تکمیل ہے۔

مدیر۔ کچھ اپنا ذہن بھی لڑایا کرو۔ دیکھو یہ شعر ہے ؎

دست کوتاہ ہم کجا اثمار فردوسی کجا
شاخِ طُوبےٰ کو ہلادے ہاں ہلادے آج تو

نائب۔ ہاں جناب یہ شعر بھی نہایت چسپتہ اور پاکیزہ ہے۔ اس کا ہم مضمون نظیری کا یہ شعر ہے ؎

زِ دامنے کہ کشیم ماتہیدستاں
تو میوہ‌ٔ سرِ شاخِ بلند راچہ خبر

مدیر۔ آپ اس سخن شناسی کو ذرا ملتوی فرمائیں۔ لکھ دیں کہ اثمار کی بجائے اشجار ہونا چاہئے تھا۔

نائب۔ لیکن یہ تو اپنی طرف سے ایک غلطی تصنیف کرنا ہوگی۔ یہ شعر تو بالکل ؎ بہتر بجا درست صحیح آفریں سہی ہے۔ کا مصداق

مدیر۔ دیکھئے صاحب یہ زمانہ ہے ایجادات کا۔ جن کے بل بوتے پر دنیا کا تمام کارخانہ آجکل چل رہا ہے۔ فنِ صحافت ایجاد بندہ سے کیوں خالی ہو۔ اور وہ ایجاد یہ ہے کہ حریف کے کلام میں اگر کوئی غلطی نہ ہو۔ تو اپنی طرف سے الحاق کر دے۔ اور اس پر کر دے نقد وتبصرہ۔ بات بن جاتی ہے۔ کسی کا اس میں کیا بگڑتا ہے۔

طبیہ عجائب گھر کے متعلق ایک مشہور اخبار نویس کے تاثرات

احسان یکم جنوری ۱۹۴۰ء لکھتا ہے۔ "قادیان یوں تو سارا ہی گویا عجائب گھر ہے۔ مخالفین کی نظر میں بھی اس کے عجائبات کم نہیں اور موافقین کی نظر میں بھی۔ لیکن وہاں کا ایک عجائب گھر قابل داد ہے۔ اور یہ ہے۔ خان عبد العزیز صاحب کا طبی عجائب گھر۔ دنیا میں بہت کم عجائبات ہوں گے۔ جو یہاں موجود نہ ہوں۔ مکان میں داخل ہوتے ہی آپ عجائبات سے دوچار ہوتے ہیں اول تو مکان ہی خدا کے فضل سے عجائب گھر ہے۔ رہائشی حصہ مکمل باقی نامکمل۔ پھر اگر چائے کا وقت ہو۔ تو دنیا سے عجیب چائے آپ کو ملے گی۔ چاہ کم زعفران زیادہ۔ اور اگر آموں کا موسم ہو۔ تو سبحان اللہ۔ ایسے ایسے عجیب آم کہ دیکھے ہوں نہ سنے ہوں۔ اور اگر اکل وشرب کا وقت نہ ہو تو پھر عجائب گھر نگاہ کے لئے اچھی خاصی جنت ہے جو بہت سے جانداروں کا مقبرہ بھی ہے۔ ایک کمرے میں مفردات ملاحظہ فرمایئے۔ یہ ریگ ماہی۔ یہ کستوری۔ یہ عنبر یہ نیلم۔ یہ مرجان اور الم غلم دنیا بھر کی دوائیاں۔ ایک طرف آثار قدیمہ سنگ مرمر کی گائیں۔ پتھر کے منقش گلاس۔ سنگ مرمر میں قیمتی جڑاؤ۔ پتھروں کی شطرنج۔ زہر مہرہ کی کھرل پائپ پیالے خشک میوے۔ جواہرات اور خدا جانے کیا کیا کچھ۔ دوسرے کمرے میں مرکبات یہ معجون نشاط۔ یہ معجون عود۔ یہ گولیاں یہ قرص۔ یہ سرمہ۔ یہ تیل۔ ہر مرض کی دوا موجود ہے۔ اور پھر لطف یہ ہے۔ کہ عجائب گھر کے مہتمم صاحب بغیر اس تشخیص کے کہ کوئی مرض ہے بھی یا نہیں ہر مرض کی دوا چکھاتے چلے جا رہے ہیں۔ اور اگر آپ کھاتے نہیں۔ تو لڑکے کو حکم دے رہے ہیں۔ کہ لفافوں میں ڈالتے جاؤ۔ اور باندھ کر مہمان کے حوالہ کر دو۔ یا للعجب اچھا عجائب گھر ہے۔ برتن عجیب۔ فرنیچر عجیب۔ گھر کا سامان عجیب اور صاحب خانہ عجیب تر۔ اور مقام کی تو کچھ پوچھئے ہی نہیں۔ انسان وہاں سے اچھا خاصہ عجوبہ بن کر لوٹتا ہے۔ سالک صاحب نے آم۔ مرغ۔ بشیر معجون۔ میوہ۔ چائے۔ خدا جانے کس کس چیز کو پیٹ میں رکھا۔ کہ ماشاء اللہ اب ان کی توند بجائے خود ایک عجائب گھر بن گئی ہے۔ اگر کسی قابل حکیم نے خبر نہ لی تو کہیں اس عجائب گھر کے کواڑ نہ کھل جائیں۔

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے

تفاصیل کے لئے فہرست مفت طلب کریں۔

پروپرائٹر طبیہ عجائب گھر قادیان۔

نائب۔ مگر یہ تو دروغ پروری ہوئی۔ اور وہ مثال ہوئی۔ نقلِ کفر کفر نباشد۔ جو کہتے ہیں کسی ناواقف کاتب نے کلام مجید میں مَا ذَا نَاْمُرُ کی بجائے دا نافرخ لکھ دیا تھا۔

مدیر۔ ہوا کرے مگر ہے مفید۔ آپ کو شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا یہ قول یاد نہیں دروغِ مصلحت آمیز بہ از راستِ فتنہ انگیز

نائب۔ مگر شیخ کا یہ قول تو ایک ظریفانہ فقرہ ہے۔ اور محض استدلال بالاولے کے رنگ میں جیسا کہ یہ قول ہے

یکے گفت و پنداشتم طیبت است
کہ دزدی بساماں تر از غیبت است

جس طرح یہاں دزدی کا جواز مقصود نہیں اسی طرح دروغ کا جواز بھی پہلے فقرے میں مطلوب نہیں۔ پھر یہ شیخ کا قول کسی مفتی کا فتوے تو ہے نہیں جو واجب العمل ہو۔

مدیر۔ آپ بھی عجیب آدمی ہے۔ ملا آں باشد کہ چپ نشود۔ سنیئے صاحب اگر فتوے کی سند چاہتے ہیں۔ تو دیکھیں "فتاوے رشیدیہ" صفحہ ۲۵۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ حریف کے مقابلہ پر "کذب سے حتی الوسع احتراز کرے۔ اگر کام نہ چلے تو کذب صریح سے کام لے" اور انتقاد زیر بحث میں بھی یہی صورت ہے

نائب۔ بہت بہتر۔ بسر و چشم اصلی ذمہ وار اور اخبار کی پالیسی کے چلانے والے تو جناب ہی ہیں ؎

بمے سجادہ رنگیں کن گرت پیرِ مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسمِ منزلہا

اشاعتِ فردا اب بالکل مکمل ہے ؎

خاکسار
"سودا برہنہ پا"

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے کی تازہ تصنیف

سلسلہ احمدیہ

گذشتہ سال مجلس مشاورت میں یہ تجویز ہوئی تھی۔ کہ جلسہ خلافت جوبلی کے موقعہ پر ایک ایسی کتاب لکھ کر شائع کی جائے۔ جس میں سلسلہ احمدیہ کی پچیس سالہ تاریخ اور احمدیت کے مخصوص عقائد وغیرہ درج ہوں۔ تاکہ یہ کتاب غیر احمدی اور غیر مسلم اصحاب کو عام تبلیغی اغراض کے ماتحت پیش کی جا سکے۔

سو جماعت کی خوش قسمتی ہے کہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے اس قسم کی ایک کتاب سلسلہ احمدیہ کے نام سے رقم فرمائی ہے۔ جو چھپ چکی ہے۔ اس کتاب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سوانحیات سلسلہ احمدیہ کی پچاس سالہ تاریخ سلسلہ کے تبلیغی تنظیمی اور تربیتی کارنامے۔ احمدیت کے مخصوص عقائد نظام خلافت اور اسکی اہمیت خلفاء حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حالات سلسلہ کا نظام سلسلہ کی موجودہ وسعت اور احمدیت کے مستقبل کے متعلق خدائی وعدے وغیرہ نہایت ہی خوش اسلوبی سے بیان کئے گئے ہیں۔ جماعت میں اپنی طرز کی یہ پہلی کتاب ہے اس کے انداز بیان اور طرز تحریر میں جو دلکشی اور خوبی ہے۔ اس کیلئے مصنف کا نام نامی ہی کافی ہے۔ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر بہت سے دوستوں نے اسے خریدا ہے اور اب اس کے مطالعہ سے انہیں معلوم ہو گیا ہوگا۔ کہ یہ تصنیف کس بلند پایہ کی ہے۔ نہ صرف یہ کہ ہر احمدی گھر میں اس کا موجود ہونا ضروری ہے بلکہ غیر احمدیوں اور غیر مسلموں میں بھی اسکی اشاعت کثرت سے ہونی چاہیئے۔ تاکہ انہیں جماعت احمدیہ کے متعلق صحیح مستند حالات معلوم ہو سکیں۔

کتاب کا حجم ۴۴۲ صفحات ہے۔ کاغذ اچھی قسم کا لگایا گیا ہے۔ اور کتابت اور طباعت بھی عمدہ رنگ میں کرائی گئی ہے۔ علاوہ ازیں کتاب میں چھ عدد فوٹو بھی لگائے گئے ہیں۔ ان تمام خوبیوں کے باوجود کتاب کی قیمت فی الحال صرف ایک روپیہ مقرر کی گئی ہے۔ تاکہ اس کی اشاعت زیادہ سے زیادہ ہو سکے۔

پس جن احباب نے یہ کتاب ابھی تک نہیں خریدی۔ انہیں چاہیئے کہ وہ اسے مندرجہ ذیل پتہ سے جلد تر منگوا لیں۔ اور جنہوں نے جلسہ کے موقعہ پر اسے خریدا ہے۔ وہ اپنے غیر احمدی اور غیر مسلم دوستوں کو دینے کے لئے مزید نسخے منگوا لیں۔ کیونکہ بوجہ اس کے کہ موجودہ قیمت بہت کم رکھی گئی ہے اس بات کا امکان ہے۔ کہ کچھ عرصہ کے بعد قیمت زیادہ ہو جائے۔

مینجر بکڈپو تالیف و اشاعت قادیان

کراؤن بس سروس

وقت کی پابندی اور آرام زیادہ اس کا پہلا اصول ہے

پہلی سروس صبح ڈلہوزی کے لئے ۷ بجے جو کسی جگہ نہیں ٹھیرتی ہے۔ باقی سواری سروسیں ہر گھنٹہ کے بعد پٹھانکوٹ۔ ڈلہوزی۔ کانگڑہ۔ دھرمسالہ وغیرہ کو چلتی ہیں۔ گدیاں سپرنگدار۔ لاریاں بالکل نئی مسافر کے لئے آرام دہ ہیں۔ وقت کی پابندی کا خاص خیال ہے۔ شمالی ہندوستان میں واحد بس سروس ہے۔ جو کہ وقت کی پابند ہے۔ قادیان کے سفر کرنے والے احباب ہمارے نمائندہ عبد القدوس صاحب ایجنٹ اخبارات سے مزید معلومات حاصل کریں۔

مینجر کراؤن بس سروس لشمولیت یافتہ آرمی ٹرانسپورٹ کمپنی پٹھانکوٹ

محافظ اٹھرا گولیاں

جن کے بچے چھوٹی عمر میں فوت ہو جاتے ہوں یا مردہ پیدا ہوتے ہوں یا حمل گر جاتا ہو۔ اس کو اٹھرا کہتے ہیں جن کے گھر میں یہ مرض لاحق ہو۔ وہ فوراً حضرت حکیم مولوی نور الدین اعظم رضی اللہ عنہ طبیب شاہی سرکار جموں وکشمیر کا نسخہ محافظ اٹھرا گولیاں رجسٹرڈ استعمال کریں۔ حضور کے حکم سے یہ دواخانہ ۱۹۱۰ء سے جاری ہے۔ شروع حمل سے اخیر رضاعت تک قیمت فی تولہ سوا روپیہ مکمل خوراک گیارہ تولہ یکشت منگوانے والے سے ایک روپیہ تولہ علاوہ محصولڈاک لیا جائے گا۔

عبد الرحمٰن کاغانی اینڈ سنز دواخانہ رحمانی قادیان

یقین کیجئے یا یقین نہ کیجئے
میرا تجربہ ہے کہ
ہومیوپیتھک علاج میں قوت شفا زیادہ ہے

یہی وجہ ہے۔ کہ تمام امراض بسہولت جلد شفا پاتے ہیں۔ کم خرچ۔ زود اثر۔ مقبول عام ہے۔ جہاں دوسرے علاج ناکامیاب رہتے ہیں۔ وہاں ہومیوپیتھک علاج کامیاب ہوتا ہے۔ اس علاج میں اللہ تعالےٰ نے مخلوق خدا کے لئے بے انتہا فوائد رکھے ہیں۔ قلیل دوا۔ زیادہ فائدہ۔ روپوں کا کام پیسوں۔ سالوں کا کام دنوں اور گھنٹوں میں انہی دواؤں سے ہوتا ہے۔ سینکڑوں ڈاکٹروں کی مجربہ ہزاروں بار ہزاروں مریضوں پر تجربہ شدہ کھانے میں مزیدار۔ بے ضرر۔ بیماری کو جڑ سے کھونے والی چیر پھاڑ کی تکلیف سے بچانے والی مایوس العلاج بفضل خدا صحتیاب ہوئے ہیں۔ آپ بھی استعمال کرائیں۔ تو انشاء اللہ سریع التاثیر پائیں گے۔ کوئی تکلیف ہو۔ کیسا ہی مرض ہو پوری کیفیت لکھ کر دوا حاصل کیجئے۔ امراض مخصوصہ مردان کے لئے بہترین ادویات موجود ہیں مستورات اور بچوں پر یہ علاج خاص اثر کرتا ہے۔ دیرینہ پیچیدہ وگندہ امراض کے زہر کو جلد زائل کر کے تندرست کرتا ہے۔ جو امراض دوسرے طریقہ علاج سے مہینوں میں قابو میں آتے ہیں۔ ہومیوپیتھک علاج سے چند دنوں میں شفایاب ہوتے ہیں۔ خاص خاص مجرب ادویات موجود ہیں۔ مقویات بہت فائدہ مند ہیں۔ روزافزوں ترقی اس علاج کو ہے۔ کفایت شعاری کو مدنظر رکھتے ہوئے تجربہ کریں۔ شافی خدا ہے۔ جس نے ایک بار فائدہ اٹھایا ہمیشہ کے لئے مداح ہو گیا۔

ڈاکٹر ایم۔ ایچ۔ احمدی معرفت الفضل قادیان
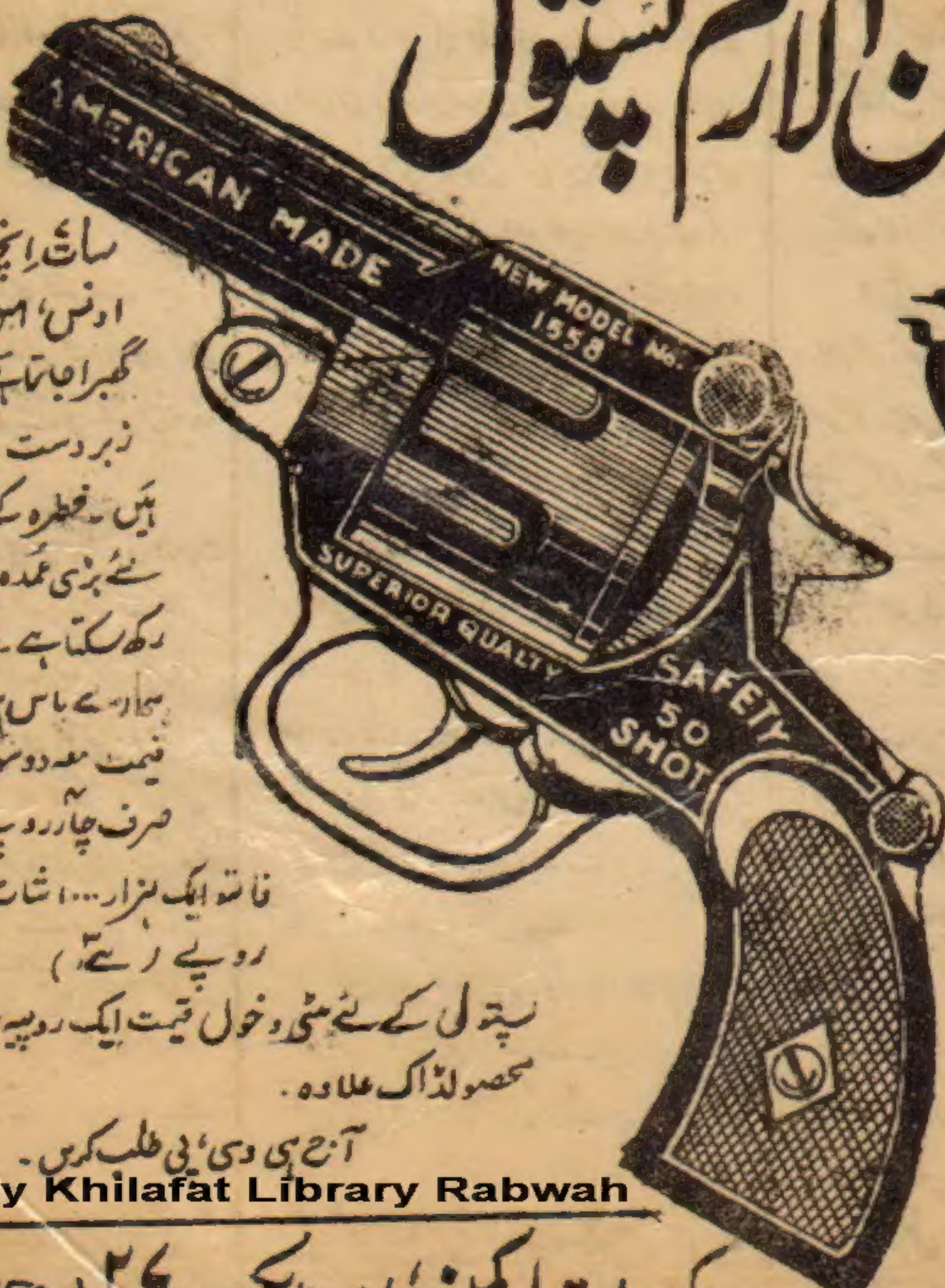
ضرورت ناطہ

مرزا محمد شریف بیگ صاحب اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ جیل گجرات کے باشندے مخلص احمدی ہیں۔ مبلغ ۱۰۰/۔ روپے تنخواہ لے رہے ہیں۔ ۲۰۰/۔ روپے تک ۸/۷ سالانہ ترقی ہوگی۔ آئندہ نمبر آنے پر چار سو روپے تک تنخواہ ہوگی۔ ان کی پہلی بیوی فوت ہو گئی ہے۔ ان کو تعلیم یافتہ سلیقہ شعار معزز ومخلص خاندان کے رشتہ کی ضرورت ہے۔

حاجت مند احباب ان کے والد مرزا حاکم بیگ صاحب احمدی موجد تریاق چشم گڑھی شاہدولہ گجرات پنجاب کی معرفت رشتہ کے متعلق خط وکتابت کریں۔ اور لڑکی کے حالات وکوائف مع جملہ شرائط متعلقہ نکاح درج فرمائیں تاکہ دوبارہ خط وکتابت کی ضرورت نہ رہے۔ مرزا محمد شریف بیگ صاحب والدین کے اکلوتے بیٹے ہیں۔ کوئی بھائی بہن اور اولاد نہیں ہے۔

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

لنڈن ۲۴ جنوری روسیوں نے فنلینڈ پر پھر بڑے زور کے ساتھ حملہ کیا ہے۔ اور بہت سے گولے برسائے مگر انہیں کامیابی نہیں ہوئی۔ فنلینڈ سے جو خبریں آئی ہیں۔ ان سے پتہ لگتا ہے۔ کہ بہت سے روسی مارے گئے۔ اور کافی نقصان اٹھا کر پیچھے ہٹ گئے۔

لنڈن ۲۴ جنوری سار کے علاقہ پر روسیوں نے حملہ کر کے ایک مقام پر قبضہ کر لیا تھا۔ مگر اب فنوں نے وہ مقام چھین لیا ہے۔

لنڈن ۲۴ جنوری جنوبی فنلینڈ پر روسی کئی دنوں سے ہوائی حملے کر رہے تھے۔ تاکہ فنوں کو خوفزدہ کریں۔ مگر ان کے حملوں کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ فنوں کا بیان ہے کہ دس روسی ہوائی جہاز برباد کر دیئے گئے۔ اور ہر جہاز کے ساتھ تین روسی ہوا باز کام آئے۔

لنڈن ۲۴ جنوری مغربی میدان میں کل کوئی خاص واقعہ نہیں ہوا۔ ایک مقام پر جرمنی نے حملہ کرنے کی کوشش کی مگر منہ کی کھائی۔ چونکہ سردی بڑھ رہی ہے۔ اس لئے لڑائی کا میدان سرد پڑا ہوا ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ اب کے اسقدر سردی پڑ رہی ہے۔ جتنی ۱۹۱۶ء میں پڑی تھی۔

لنڈن ۲۴ جنوری حکومت کینیڈا نے ایک لاکھ ڈالر فنلینڈ کو ادھار دیئے ہیں تاکہ وہ کھانے پینے کی چیزیں کینیڈا سے خرید سکے۔

لنڈن ۲۴ جنوری برطانیہ کی وزارت بحریہ کا ایک اعلان مظہر ہے کہ بحر شمالی میں برطانیہ کا ایک پندرہ ہزار ٹن وزنی جنگی جہاز غرق ہو گیا۔ ۸۱ آدمی اس کے ساتھ غرق ہو گئے۔ ابھی یہ علم نہیں ہو سکا۔ کہ غرقابی تارپیڈو لگنے سے ہوئی یا سرنگ سے۔ یہ جہاز تین سال قبل تعمیر ہوا تھا۔ بحیرہ شمالی میں سویڈن کا ۱½ ہزار ٹن کا جہاز بھی جرمن آبدوز نے تارپیڈو سے غرق کر دیا۔

اٹلی کی حکومت نے جرمن کو ایک یادداشت بھیجی ہے۔ جس میں دریافت کیا ہے۔ کہ بلقانی ریاستوں میں روس کی پیچیدہ دلچسپیوں کے سلسلہ میں اس کا رویہ کیا ہے۔ نیز اسے متنبہ کیا ہے۔ کہ اگر روس نے اس طرف بڑھنے کی کوشش کی تو اٹلی اس کا مقابلہ کرے گا۔

لنڈن ۲۴ جنوری شمالی بحرالکاہل میں برطانوی جہازوں نے ایک جاپانی جہاز کو روک لیا۔ جس پر ۲۱ جرمن سوار تھے۔ برطانوی افسران نے ان کو پکڑ لیا۔ اس پر ٹوکیو میں بہت غصہ کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ آج برطانوی سفارت خانہ کے سامنے سینکڑوں جاپانی جمع ہو گئے۔ اور ان کا وفد برطانوی سفیر سے ملنے گیا۔ جس نے یہ مطالبہ کیا۔ کہ گرفتار شدہ جرمنوں کو چھوڑ دیا جائے۔ اور برطانیہ اس کے متعلق معافی مانگے۔ جاپانی نائب وزیر خارجہ نے بھی سفیر انگلستان سے ملاقات کی۔ اور ناراضگی کا اظہار کیا۔ لنڈن میں اس بارے میں یہ رائے ظاہر کی جا رہی ہے۔ کہ برطانوی افسران نے جرمنوں کو پکڑنے میں کسی بین الاقوامی قانون کو نہیں توڑا۔ وہ جرمن ٹیکنیکل باتوں کے ماہر ہیں۔ اور جرمنی کو جنگ میں بہت کچھ فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔

لنڈن ۲۴ جنوری جاپانیوں کا دعویٰ ہے۔ کہ انہوں نے قصبہ سیاؤشان پر پچاس ہزار چینیوں کو شکست دے کر بھگا دیا ہے۔

لنڈن ۲۴ جنوری آج پولینڈ کی قومی کونسل کا جلسہ پیرس میں ہو رہا ہے۔ یہ پہلا جلسہ ہے جس کی صدارت موسیو پیڈرسکی کر رہے ہیں۔ خیال ہے کہ ان کو پولینڈ کا صدر چن لیا جائے گا۔ ان کی عمر اس وقت ۷۹ سال ہے۔

لنڈن ۲۴ جنوری آج اطالوی وزارت کا جلسہ میسولینی کی صدارت میں ہوا جس میں لڑائی کی تیاریاں کرنے پر بحث کی گئی ایک مسودہ قانون اس مفہوم کا پاس کیا گیا۔ کہ تمام فرموں کے لئے ضروری ہے کہ فوجی ٹھیکے پورے کریں۔

لنڈن ۲۴ جنوری آج سوئٹزرلینڈ کے وزیر خارجہ چل بسے۔ یہ پانچ دفعہ سوئٹزرلینڈ کے پریذیڈنٹ چنے گئے تھے یہ روس کو لیگ آف نیشنز میں شامل کرنے کے سخت خلاف تھے۔

لنڈن ۲۴ جنوری پولینڈ میں لوگوں کو جس طرح ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جا رہا ہے اس کا ذکر حال ہی میں وہاں کے سب سے بڑے پادری نے جو رومن کیتھولک ہیں چھاپا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔ لوگوں کو نہایت وحشیانہ طریق سے موت کے گھاٹ اتارا جا رہا ہے۔ اور ہر اس چیز کو برباد کر نامعمولی بات سمجھا جاتا ہے۔ جو پولینڈ کی تہذیب سے تعلق رکھتی ہے لوگ بھوکے مر رہے ہیں۔ اور کھانے پینے کی چیزیں جرمنی کو بھیج دی جاتی ہیں۔ بہت سے لوگوں کو کچھ پوچھے بغیر رات کے وقت ملک سے باہر نکال دیا جاتا ہے۔

کلکتہ ۲۴ جنوری جوٹ کے کارخانوں نے فنلینڈ کو دس لاکھ بوریاں مفت بھیجنے کا ارادہ کیا ہے۔

دہلی ۲۴ جنوری مرکزی اسمبلی کا اگلا اجلاس ۸ فروری سے شروع ہو گا۔ جس میں سر رضا علی یہ ریزولیوشن پیش کریں گے۔ کہ ہندوستان کو ہوائی حملوں سے بچانے کے لئے ایک خاص فوج بھرتی کی جائے۔ سر ضیاء الدین یہ ریزولیوشن پیش کریں گے۔ کہ ہندوستان میں آئینی تبدیلی کرنے وقت اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت کی جائے اور ان کو اکثریت کے رحم پر نہ چھوڑا جائے۔ شیخ فضل حق پراچہ یہ ریزولیوشن پیش کریں گے۔ کہ ہندوستان میں کھانڈ بنانے اور اس کی تجارتی حالت کی چھان بین کرنے کے لئے کمیٹی مقرر کی جائے۔

دہلی ۲۴ جنوری اجناس کے بھاؤ قابو میں رکھنے کے معاملہ پر سوچ بچار کرنے کے لئے دہلی میں کانفرنس ہو رہی ہے۔ جس میں اس بات کا فیصلہ کیا جائے گا۔ کہ گورنمنٹ ہند اور صوبجاتی گورنمنٹوں کے اختیارات الگ الگ کر دیئے جائیں۔

دہلی ۲۴ جنوری آئندہ جمعہ کو کانگرس کی طرف سے آزادی کا دن منانے کا اعلان کیا گیا۔ مسٹر جناح نے تمام مسلمانوں سے اپیل کی ہے۔ کہ وہ اس میں شامل نہ ہوں۔ مسٹر جناح کہتے ہیں کہ کانگرس وائسرائے سے سمجھوتہ کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ تاکہ وہ اختیارات حاصل کر لے جو اسے پہلے میسر تھے اور اقلیتیں اس کے رحم پر ہو جائیں۔ اس پہلی حالت کے پھر لوٹ آنے پر حالات بہت نازک ہو جائیں گے اور اقلیتیں کانگرس کا پوری طرح مقابلہ کریں گی۔ گورنمنٹ اگر کسی پارٹی کی دھمکی میں آ گئی تو اس کی ساری ذمہ داری گورنمنٹ برطانیہ پر عائد ہو گی۔

کراچی ۲۴ جنوری کل یہاں سندھ کے ہندوؤں کی کانفرنس ہو گی جس میں سندھ کے ہندوؤں کی حالت پر غور کیا جائے گا۔ اور یہ بھی فیصلہ کیا جائے گا کہ سندھ اسمبلی کے ہندو ممبروں کا رویہ اللہ بخش وزارت کے متعلق کیا ہونا چاہیئے۔

بمبئی ۲۴ جنوری گورنمنٹ نے افسروں کو توجہ دلائی ہے۔ کہ ہریجنوں کو پبلک کنوؤں اور تالابوں کا حق دلانے کے لئے مناسب کارروائی کریں۔

دہلی۔ برما کے مسلمانوں نے ترکی کے مصیبت زدہ لوگوں کی امداد کے لئے ۲۲ ہزار سے زیادہ روپیہ جمع کیا ہے اور ۱۴ ہزار سے زیادہ اس وقت تک صدر ترکیہ کو بھیج چکے ہیں۔

واردھا ۲۴ جنوری کانگرس ورکنگ کمیٹی کا اجلاس ختم ہوا۔ وائسرائے کے ساتھ سلسلہ گفت و شنید جاری رکھنے کے اختیارات گاندھی جی کو دیئے گئے ہیں۔ جو آئندہ ماہ دہلی آ کر وائسرائے سے ملیں گے۔

عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے ہی شائع کیا - ایڈیٹر - غلام نبی

قادیان میں جماعت احمدیہ کی عیدالاضحیہ کی مبارک تقریب

کئی ہزار احمدی مردوں اور عورتوں نے عیدگاہ میں باقتداء حضرت امیر المومنین نماز ادا کی اور خطبہ سنا

جیسا کہ "الفضل" میں اعلان کیا گیا تھا۔ یہاں عید الاضحیٰ ۲۰ جنوری کو منائی گئی۔ اگرچہ ایک روز ہی قبل بارش ہونے کی وجہ سے عیدگاہ میں عید پڑھنے کا انتظام کرنا کچھ مشکل نظر آتا تھا۔ اور یہ بھی خطرہ تھا۔ کہ اس دن بارش نہ ہو۔ لیکن ہزارہا کے مجمع کے لئے عیدگاہ کا میدان ہی کفایت کر سکتا تھا۔ اس لئے منتظمین نے وہاں فرش اور مستورات کے لئے پردہ کا انتظام نہایت عمدہ کیا۔ اور موسم بھی بفضل خدا نہایت اچھا تھا۔ صبح سے ہی مرد عورتیں اور بچے بہ تعداد کثیر ہر طرف سے عیدگاہ میں آنے لگے ۹½ بجے کے قریب حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ پیدل تشریف لائے اور عیدگاہ کے محراب میں لوگوں کے آنے کا انتظار کرتے رہے۔ سوا دس بجے کے قریب حضور نے کئی ہزار کے اجتماع کو نماز عید پڑھائی۔ اور پھر منبر پر کھڑے ہو کر جو محراب کے پاس رکھا تھا۔ سوا گیارہ بجے تک خطبہ پڑھا۔ اور آخر میں حاضرین سمیت دعا فرمائی۔ اور پھر بارہ بجے تک خدام کو شرف مصافحہ بخشا۔ اور پیدل ہی واپس تشریف لے گئے۔

مضافات کے دیہات کے علاوہ لاہور۔ امرتسر۔ فیروز پور جہلم۔ گوجرانوالہ گورداسپور اور جنگ وغیرہ سے بھی کئی اصحاب آئے ہوئے تھے۔ اس موقعہ پر نظارت تعلیم و تربیت کی طرف سے الیکٹرک جنریٹر (بجلی پیدا کرنے والی مشین) لگا کر لاؤڈ سپیکر کا بہت عمدہ انتظام کیا گیا جو خدا کے فضل سے نہایت کامیاب رہا۔ آٹھ نو ہزار مردوں عورتوں اور بچوں کا اجتماع جو عیدگاہ اور خسرہ نمبر ۱۰۲ میں بمشکل سما سکا۔ لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ نہ صرف نماز کے وقت حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی تکبیروں کی آواز بخوبی سن سکا۔ بلکہ نماز کے بعد خطبہ بھی مردوں اور عورتوں کے مجمع میں اچھی طرح سنا گیا۔ مردوں کی صفیں شمال کی جانب راستہ تک پہونچی ہوئی تھیں۔ اور جنوب کی طرف عیدگاہ کے آخری کونہ تک احمدی خواتین سربسجود تھیں۔ جن کے لئے چاروں طرف پردہ کا انتظام کیا گیا۔ بھتہ عبدالرزاق صاحب فوٹوگرافر نے اس مجمع کا فوٹو لیا۔

اس موقعہ پر لالہ کشن چند صاحب علاقہ مجسٹریٹ آئے ہوئے تھے۔ نیز سردار ہزارہ سنگھ صاحب انچارج پولیس چوکی قادیان اور سردار ناظر سنگھ صاحب انچارج ایڈیشنل پولیس بھی موجود تھے۔ عید کے تین ایام میں بھیڑ بکرے اور دنبہ وغیرہ کی قربانی لوگوں نے اپنے اپنے گھروں میں کیں۔ اور گابیوں کی قربانی مذبح میں کی گئی۔ گائیں اور بچھڑے جو ذبح کئے گئے ان کی تعداد ۱۰۷ ہے۔ اور بکرے دنبہ وغیرہ کی تعداد ۱۵۴۔ حسب معمول محلوں میں گوشت جمع کر کے انتظام کے ماتحت ان لوگوں میں تقسیم کیا گیا۔ جو خود قربانی نہیں دے سکے تھے۔ اور گرد کے دیہات کے غریب مردوں اور عورتوں کو بھی گوشت دیا گیا۔

حج اور عیدالاضحیہ کی خوشی میں مرکزی دفاتر اور مدارس میں تین دن چھٹی منائی گئی ؛

خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں ولادت باسعادت

یہ خبر نہایت خوشی اور مسرت کے ساتھ سنی جائے گی کہ صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ابن حضرت مرزا شریف احمد صاحب کے ہاں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۲۱ جنوری ۱۹۴۰ء کو صاحبزادی تولد ہوئی۔ ہم اس ولادت باسعادت کی خوشی میں حضرت ام المومنین مدظلہا العالی حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ حضرت مرزا شریف احمد صاحب اور تمام خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں ہدیہ مبارکباد پیش کرتے ہیں خدا تعالیٰ مولودہ کو ان برکات و انعامات کا مورد بنائے جنکا اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذریت کے متعلق وعدہ فرمایا ہوا ہے ؛

جناب خان بہادر مولوی غلام حسن خانصاحب پشاوری

بیعت خلافت میں

قادیان ۲۲ جنوری۔ یہ خبر جماعت احمدیہ میں ازحد خوشی اور مسرت کے ساتھ سنی جائے گی کہ جناب خان بہادر مولوی غلام حسن خان صاحب پشاوری جو جلسہ سالانہ کے ایام سے قادیان میں تشریف لائے ہوئے ہیں کل ۲۲ جنوری ۱۹۴۰ء کو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی بیعت سے مشرف ہو گئے ہیں۔ جناب مولوی صاحب موصوف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدیم اور ممتاز صحابہ میں سے ہیں۔ آپ نے ۱۸۹۰ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ اور اس کے بعد آپ صوبہ سرحد میں احمدیت کی تبلیغ کا ایک بھاری رکن رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب ۱۹۰۶ء کے اوائل میں صدر انجمن احمدیہ کی بنیاد رکھی۔ تو جو چودہ اصحاب حضور نے اس انجمن کے ممبر مقرر فرمائے۔ ان میں جناب مولوی صاحب موصوف بھی شامل تھے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے کی شادی کیلئے مولوی صاحب موصوف کی ایک صاحبزادی کے ساتھ تجویز فرمائی۔ غرض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں جناب مولوی صاحب خاص صحابہ میں شمار ہوتے تھے۔ مگر تقدیر الٰہی سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد مولوی صاحب موصوف منکرین خلافت کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اور ایک عرصہ تک غیر مبایعین کے ایک نہایت ممتاز رکن رہے۔ لیکن چونکہ طبیعت میں سعادت تھی۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کی قدیم اور مخلصانہ خدمات کو ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے ایک عرصہ کے بعد جناب مولوی صاحب لاہوری پارٹی کی طرف سے بدظن ہو کر ان سے الگ ہو گئے۔ اور اب بالآخر خدا تعالیٰ نے آپ کو توفیق عطا فرمائی ہے۔ کہ آپ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی بیعت سے مشرف ہو گئے ہیں فالحمد للہ علیٰ ذالک

جناب مولوی صاحب موصوف کی بیعت کئی لحاظ سے خوشی کا موجب ہے۔

اول تو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پاک مسیح کے ایک قدیم اور مخلص صحابی کو پھر ہمارے اندر واپس لے آیا۔

دوسرے اس لئے کہ مولوی محمد احسن صاحب امروہوی مرحوم کے فسخ بیعت سے جو خوشی اہل پیغام کو پہونچی تھی (حالانکہ حق یہ ہے کہ مولوی صاحب مرحوم بھی اپنے آخری ایام میں لاہوری پارٹی سے دل برداشتہ ہو گئے تھے) اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے اس کا ایک بہت عمدہ جواب پیدا کر دیا۔

تیسرے اس لئے کہ جیسا کہ بعض دوستوں کو معلوم ہے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۱۹۳۵ء میں ایک خواب دیکھا تھا۔ کہ حضور پشاور تشریف لے گئے ہیں۔ اور وہاں حضور کے استقبال کے لئے بہت سے لوگ آگے آئے ہیں۔ جن میں جناب مولوی غلام حسن خان صاحب موصوف سب سے پیش پیش ہیں۔ اور مولوی صاحب موصوف نے آگے بڑھ کر حضور سے معانقہ کیا ہے اور پھر حضور کو اپنے ساتھ لے کر اپنے مکان کی طرف تشریف لے گئے ہیں۔ سو الحمد للہ حضور کا یہ رؤیا بھی آج پورا ہو گیا۔

ہم اس مبارک موقعہ پر جہاں جناب مولوی صاحب موصوف کی خدمت میں دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں وہاں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں بھی مبارکباد عرض کرتے ہیں اور ساتھ ہی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب و بیگم صاحبہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اور دیگر افراد خاندان کو بھی مبارکباد کہتے ہیں۔ اور پھر جماعت احمدیہ پشاور اور جماعتہائے صوبہ سرحد کو بھی مبارکباد پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جناب مولوی صاحب موصوف کی اس بیعت کو مولوی صاحب کے لئے اور جماعت کے لئے ہر رنگ میں مبارک کرے۔ اور آپ کے خاندان کے ان افراد کو بھی جو ابھی تک بیعت خلافت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

قادیان دارالامان مورخہ ۱۵ ذوالحجہ سنہ ۱۳۵۸ ھ

خطبہ جمعہ

آج سے پچاس سال پہلے کی ایک تاریخی بات جو دنیا میں اہم انقلابات پیدا کرنیکا موجب ہوئی

سلسلۂ احمدیہ کی ترقی آئندہ پچاس سال میں کئی گنے زیادہ ہونی چاہیئے

خلافت جوبلی کی تقریب سے پیدا شدہ نئی ذمہ واریاں جوش اور توجہ سے ادا کرو

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۱۲ جنوری سنہ ۱۹۴۰ء

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

میں آج

ایک اہم امر

کے متعلق خطبہ پڑھنا چاہتا تھا۔ اور میں اس بات کی ضرورت سمجھتا تھا۔ کہ اس مضمون کو زیادہ بسط کے ساتھ بیان کیا جائے لیکن جلسہ کے بعد جو انفلوئنزا کا حملہ مجھ پر ہوا۔ پیچھے اُس میں بہت حد تک کمی آجانے کے بعد پرسوں سے پھر دوبارہ میرے سینہ پر نزلہ گرنا شروع ہوگیا ہے۔ اور اس کی وجہ سے میں زیادہ نہیں بول سکتا۔ اور نہ ہی اونچا بول سکتا ہوں۔ مگر

مضمون کی اہمیت

اور اس کا موقعہ یہ چاہتا ہے۔ کہ میں اُسے پیچھے نہ ڈالوں۔ اور جلد سے جلد اس کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار جماعت کے سامنے کر دوں۔ اس لئے باوجود طبیعت کی خرابی کے میں نے یہی مناسب سمجھا۔ کہ میں آج خطبہ میں اسی مضمون کو بیان کروں۔

ہماری جماعت نے اس جلسہ کو جو ابھی گزرا ہے۔ ایک

خوشی اور شکریہ کا جلسہ

قرار دیا ہے۔ کیا بلحاظ اس کے کہ باوجود دنیا بھر کی مخالفتوں کے وہ نبوت کا پیغام جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں لائے تھے۔ اور جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ میری بڑی مشکلات میں سے ایک نبوت کا مسئلہ بھی رہا ہے۔ کیونکہ لوگ اس مسئلہ کے سمجھنے کی قابلیت کم رکھتے تھے۔ اور غلط خیالات اور غلط عقائد نے لوگوں کے دماغوں پر ایسا قبضہ جما لیا تھا۔ کہ وہ اس عقیدہ میں کسی اصلاح کے لئے تیار نہ تھے۔ باوجود دنیا کی مخالفت کے پچاس سال عرصہ میں برابر دنیا میں پھیلتا چلا گیا ہے۔ اور جس عقیدہ کے متعلق لوگ یہ خیال کرتے تھے۔ کہ وہ کسی صورت میں تسلیم کئے جانے کے قابل نہیں۔ وہ

دنیا کے ہر گوشہ میں

تسلیم کیا جانے لگا ہے۔ اور آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا کے تمام براعظموں میں اس عقیدہ کے ماننے والے لوگ موجود ہیں۔ اور دوسرے اس وجہ سے اس جلسہ کو ایک خوشی کا جلسہ قرار دیا گیا۔ کہ وہ خلافت جو تابع نبوت ہوتی ہے۔ اس کے متعلق بھی لوگوں میں ایسے ہی خیالات موجود تھے اور لوگ سمجھتے تھے۔ کہ

خلافت کا خیال

دنیا میں قائم نہیں رہ سکتا۔ اور اس آزادی اور نام نہاد ڈیماکریسی کی موجودگی میں خلافت دنیا میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔

یہ خیال زیادہ تر دوسری خلافت کے شروع میں پیش کیا گیا۔ اور اس پر بہت کچھ زور دیا گیا۔ مگر باوجود اس کے گزشتہ پچیس سال میں اللہ تعالیٰ نے

خلافت کی عظمت

قائم کی۔ اور اس کے دامن سے جو لوگ وابستہ تھے۔ انہیں ہر میدان میں فتح دی۔ اور ان کا قدم ترقی کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ پچیس سال کی میں جماعت کہیں کی کہیں پہونچ گئی۔

ہماری جماعت کی ترقی اور اس کی رفتار کی تیزی اس امر سے ہی سمجھی جا سکتی ہے۔ کہ آج ہم ایک معمولی جمعہ کے لئے یہاں جمع ہوئے ہیں۔ جس میں کوئی

خاص خصوصیت

نہیں۔ صرف قادیان اور چند ارد گرد کے دیہات کے لوگ شامل ہیں۔ مگر باوجود اس کے اس مسجد میں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کی مسجد سے چار گنے سے بھی زیادہ ہو چکی ہے۔ تمام لوگ بھرے ہوئے ہیں۔ اور ابھی مستورات کے لئے علیحدہ انتظام ہے۔ وہ حصہ اس سے قریباً تہائی ہوگا۔ اور وہ بھی تمام کا تمام بھرا ہوا ہوتا ہے۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

زندگی کے آخری سال

جو جلسہ سالانہ ہوا۔ اُس میں جو احمدی شامل ہوئے۔ وہ

اس مسجد کے چوتھے حصہ میں

سما گئے تھے۔ ہمارے دادا کی جو قبر ہے یہ انتہائی اور آخری حد تھی اور میرے بائیں طرف دو تین گز چھوڑ کر جو ستون ہے وہ اس کی ابتدائی حد تھی۔ میرے دائیں طرف مسجد کا کل حصہ۔ اسی طرح بائیں طرف کا برآمدہ اور قبر سے لے کر مشرق کی طرف کا سب حصہ یہ سب زائد ہیں۔ اس نسبت سے جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ یہ حلقہ اس وقت کے اجتماع سے چار گنے سے بھی زیادہ ہوگا۔ یہ اس وقت کے جلسہ کے لوگوں کی کل تعداد تھی۔ اور اس تعداد کو اتنا اہم سمجھا گیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس جگہ میں متواتر فرمایا کہ ہم سمجھتے ہیں۔ ہ

ہمارا کام دنیا میں ختم ہو چکا ہے

مگر آج ہمارے ایک معمولی جمعہ میں اس سے چار گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ آدمی موجود ہیں؛

تو یہ دونوں باتیں چونکہ ہماری جماعت کے لئے خوشی کا موجب تھیں۔ اس لئے انہوں نے اس سالانہ جلسہ کو

دو خوشیوں کا موجب

قرار دیا۔ ایک خوشی تو یہ کہ پیغام نبوت پچاس سال کامیابی کے ساتھ باوجود دشمنوں کی مخالفت کے ایسی شان و شوکت پیدا کر چکا ہے۔ کہ دنیا اس کی اہمیت تسلیم کرنے پر مجبور ہے۔ دوسری خوشی یہ کہ پیغام خلافت پچیس سال مخالفت بلکہ شروع خلافت کے وقت کے جماعت کے معاندین کی مخالفت کے باوجود ترقی کرتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ آج خدا تعالیٰ کے فضل سے وہ دنیا کے تمام حصوں کو منظم کرنے میں کامیاب ہو رہا ہے۔

دنیا میں جب کسی شخص کو کوئی خوشی پہونچتی ہے۔ یا جب کوئی شخص ایسی بات دیکھتا ہے جو اس کے لئے راحت کا موجب ہوتی ہے۔ تو اگر وہ اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتا ہے تو وہ ایسے موقعہ پر یہی کہتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا بڑا شکر ہے۔ کہ ہم کو یہ بات حاصل ہوئی۔ اور جب کسی مسلمان کو ایسی خوشی پہونچتی ہے تو وہ اس مفہوم کو عربی زبان میں ادا کرتا اور کہتا ہے الحمد للہ۔ تو اس جلسہ پر ہماری جماعت نے جو خوشی منائی اس کا اگر خلاصہ بیان کیا جائے۔ تو وہ یہی ہے گا۔ کہ پیغام نبوت اور پیغام خلافت کی کامیابی پر

ہماری جماعت نے اس سال الحمد للہ کہا

مگر باقی دنیا اور اسلام کی تعلیم میں ایک فرق ہے۔ باقی دنیا الحمد للہ کو ہی آخری آواز سمجھتی ہے۔ مگر اسلام الحمد للہ کو نہ صرف آخری آواز قرار دیتا ہے بلکہ اس کو ایک نئی آواز بھی قرار دیتا ہے اسلامی تعلیم کے مطابق الحمد للہ

کائنات کے آدم اول

کی بھی آواز تھی۔ جیسا کہ وہ کائنات کے آدم آخر کی آواز ہے۔ اور اس طرح اسلام الحمد للہ کے ساتھ اگر ایک سلسلہ اور ایک کڑی کو ختم کرتا ہے۔ تو ساتھ ہی دوسرے سلسلہ اور دوسری کڑی کو شروع کر دیتا ہے۔ چنانچہ سورۂ فاتحہ میں ہم کو یہی بتایا گیا ہے۔ وہ الحمد للہ سے شروع ہوتی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ کامیابی اور خوشی دیکھ کر ایک مسلم کہتا ہے الحمد للہ مگر الحمد للہ سورۂ فاتحہ کی آخری آیت نہیں، بلکہ سورۂ فاتحہ کی پہلی آیت ہے اور جب ہم اسے پڑھتے چلے جاتے ہیں تو اس کے درمیان میں یہ نظر آتا ہے۔ کہ

ایاک نعبد و ایاک نستعین

یعنی اے ہمارے رب الحمد کے نتیجہ میں ایک اور پروگرام ہمارے سامنے آگیا ہے۔ اور ایک نئے کام کی بنیاد ہم نے ڈال دی ہے۔ ہم تجھ سے وعدہ کرتے ہیں۔ کہ ہم پورے طور پر اس کام کو چلانے کی کوشش کریں گے۔ اور ہم تجھ سے چاہتے ہیں کہ تو اس راہ میں ضروری سامان ہمیں مہیا کر۔ اور ہماری نصرت اور تائید فرما۔ پس الحمد للہ کو پہلے رکھ کر اور ایاک نعبد و ایاک نستعین کو بعد میں رکھ کر اسلام نے یہ بتایا ہے۔ کہ کوئی حمد اس وقت تک حقیقی حمد نہیں کہلا سکتی۔ جب تک اس کے ساتھ ایک

نئے کام کی بنیاد

نہ ڈالی جائے۔ ہر حمد جو حمد پر ختم ہو جاتی ہے وہ درحقیقت حمد نہیں بلکہ ناشکری ہے لفظاً چاہے حمد کے ہوں مگر حقیقتاً اس میں ناشکری کی پائی جاتی ہے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں اس کی ایک مثال پائی جاتی ہے۔ آپ رات کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے اور بعض دفعہ اتنی لمبی دیر نماز میں کھڑے رہتے۔ کہ آپ کے پاؤں سوج جاتے۔ جب آپ بوڑھے اور کمزور ہو گئے۔ اور آپ میں اتنی طاقت نہ رہی۔ کہ آپ اس مجاہدہ کو آسانی سے برداشت کر سکیں۔ تو ایک دفعہ آپ کی ایک بیوی نے کہا کہ آپ اتنی تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں۔ کیا آپ کی نسبت خدا تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا۔ کہ میں نے تیرے اگلے پچھلے ذنوب معاف فرما دیئے ہیں۔ اور کیا آپ کے ساتھ اس کی بخشش کے وعدے نہیں جب ہیں تو آپ اس قدر تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں فرمایا۔ کہ اے عائشہ (حضرت عائشہ رض کی طرف سے ہی یہ سوال تھا) الا اکون عبداً شکوراً کیا میں

خدا تعالیٰ کا شکر گزار بندہ

نہ ہوں۔ جب خدا نے مجھ پر اتنا بڑا احسان کیا ہے۔ اور اس کا یہ احسان تقاضا کرتا ہے۔ کہ میں آگے سے بھی زیادہ اس کی عبادت کروں۔ اور آگے سے بھی زیادہ خدا تعالیٰ کے دین کی خدمت میں لگ جاؤں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں یہی بتایا ہے۔ کہ انعام کے نتیجہ میں

الحمد مومن کا آخری قول نہیں

ہوتا۔ بلکہ وہ آخری قول بھی ہوتا ہے۔ اور نئے کام کی بنیاد بھی ہوتا ہے بہت لوگ جو اس حقیقت سے ناواقف ہوتے ہیں۔ ان پر جب کوئی احسان ہوتا ہے۔ تو وہ سمجھ لیتے ہیں۔ کہ انہوں نے بڑا کام کر لیا۔ اور یہ کہ اب ان کا کام ختم ہو گیا۔ مگر اسلام ایسا نہیں کہتا۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا نہیں کہتے بلکہ اسلام اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کہتے ہیں۔ کہ جب اللہ تعالیٰ کا کوئی احسان ہوتا ہے۔ تو اس کے بعد بندوں پر نئی ذمہ داریاں رکھی جاتی ہیں۔ اگر وہ ان ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے لئے تیار ہوں۔ تب وہ مستحق ہوتے ہیں الحمد للہ کہنے کے۔ اور تبھی ان کی الحمد سچی الحمد کہلا سکتی ہے۔ لیکن اگر ہم کام ختم کر دیتے ہیں۔ یا اس کی قدر نہیں کرتے۔ تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں۔ کہ ہماری حمد جھوٹی تھی۔ کیونکہ ہم فرض کر لیتے ہیں۔ کہ وہ کام جس پر ہم نے الحمد للہ کہا ایسا اچھا نہ تھا۔ اگر اچھا ہوتا تو اسے جاری رکھتے بلکہ اسے

بڑھانے اور ترقی دینے کی کوشش

کرتے۔ پس یہ جو خوشی کا جلسہ ہوا۔ اس نے درحقیقت ہماری ذمہ داریوں کو بہت بڑھا دیا ہے۔ ممکن ہے اگر یہ جلسہ نہ ہوتا تو لوگ کہہ دیتے۔ کہ ہم نہیں سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ہم پر اتنا بڑا احسان ہے۔ مگر اب کوئی نہیں کہہ سکتا کہ مجھے معلوم نہیں اللہ تعالیٰ کا ہم پر کتنا بڑا احسان ہے۔ اب ہر شخص نے اس امر کا اقرار کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر بہت بڑا احسان کیا۔ اور جب خدا نے احسان کیا ہے۔ تو اس کو اب بڑھانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ یا ختم کرنے کی پس میرے نزدیک اس جلسہ نے ہماری جماعت پر

ایک بہت بڑی ذمہ داری عائد کر دی

ہے۔ یوں تو ہر روز خدا تعالیٰ کی جماعت کو خوشیاں پہونچتی ہی رہتی ہیں؛

گر ہر روز جشن نہیں منائے جاتے۔ ایک خاص جلسے کے منانے کے معنے ہی یہ ہیں۔ کہ وُہ ایک منزل پر پہونچ گئے ہیں۔ اور انہوں نے اپنے کام میں ایک درجہ کو حاصل کر لیا ہے ؛

پس اس کے بعد

ایک نئی ولادت کی ضرورت

ہے۔ گو یا پہلا سلسلہ ختم ہوُا۔ اور اب ایک نیا سلسلہ شروع ہوگا۔ جیسے ایک دانہ بویا جاتا ہے۔ تو اُس سے مثلاً ستر یا سو دانے نکل آتے ہیں۔ اب ستر اور سو دانوں کا نکل آنا اپنی ذات میں ایک بڑی کامیابی ہے۔ مگر وُہ پہلے بیج کا ایک تسلسل ہوتا ہے۔ اور زمیندار اسے کوئی نیا کام نہیں سمجھتا بلکہ وُہ سمجھتا ہے۔ میرے پہلے کام کا ہی سلسلہ جاری ہے۔ لیکن جب زمیندار اُن نئے دانوں کو پھر زمین میں ڈال دیتا ہے۔ تو اُسے یہ احساس ہوتا ہے۔ کہ اب میرے کام کا نیا دَور شروع ہوُا۔ کام تو وُہی ہے۔ مگر اب دو کام کے دَور میں فرق کرنے لگ جاتا ہے۔ اور سمجھتا ہے۔ کہ میرا پہلا کام ختم ہوُا۔ اور اب ایک نیا کام شروع ہے ؛

اسی طرح جب ہماری جماعت نے اس جلسہ کو خوشی کا جلسہ قرار دیا۔ تو بالفاظ دیگر انہوں نے یہ اعلان کیا کہ ہمارا

پہلا بیج

جو بویا ہوُا تھا۔ اس کی فصل پک گئی اب ہم نیا بیج بو رہے ہیں۔ اور نئی فصل تیار کرنے میں مصروف ہو رہے ہیں ؛

یہ اقرار بظاہر معمولی نظر آتا ہے۔ لیکن اگر جماعت کی حالت کو دیکھا جائے تو اس اقرار کی اہمیت بہت بڑھ جاتی اور اُس پر ایسی ذمہ واری عائد ہو جاتی ہے۔ کہ اگر اُس کے افراد

رات دن کوشش

نہ کریں۔ تو اس ذمہ واری سے کبھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتے ؛

اس

پچاس سالہ دَور

کے متعلق ہم نے جو خوشی منائی۔ ہمیں غور کرنا چاہیئے۔ کہ اس دَور کی پہلی فصل کس طرح شروع ہوئی تھی۔ جب ہم اس نقطۂ نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ تو ہمیں نظر آتا ہے۔ کہ اس پہلی فصل کا بیج صرف ایک انسان تھا۔ رات کو دُنیا سوئی۔ ساری دُنیا اس بات سے ناواقف تھی۔ کہ خدا اُس کے ساتھ کیا کرنے والا ہے۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی مشیّت کیا ظاہر کرنے والی ہے۔ یہ آج سے پچاس سال پہلے کی بات ہے۔ ایک فرد بھی دُنیا کا نہیں تھا۔ جس کو معلوم ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ دُنیا میں ایک انقلاب پیدا کرنا چاہتا ہے یکدم بغیر اس کے کہ پہلے کوئی انتباہ ہو۔ بغیر اس کے کہ پہلے کوئی انذار ہو۔ بغیر اس کے کہ پہلے کوئی اعلان ہو۔ ایک شخص جس کو خود بھی یہ معلوم نہ تھا۔ کہ کیا ہونے والا ہے۔ خدا نے اُس کو جگایا۔ اور کہا۔ کہ ہم دُنیا میں ایک

نئی زمین اور نیا آسمان

بنانا چاہتے ہیں۔ اور تم کو اُس زمین اور آسمان کے بنانے کے لئے معمار مقرر کرتے ہیں۔ اُس کے لئے یہ کتنی حیرت کی بات ہوگی۔ اس وسیع دُنیا میں بڑی بڑی حکومتیں قائم تھیں بڑے بڑے نظام قائم تھے۔ پھر اس وسیع دُنیا میں باوجود مسلمانوں کے سابقہ شوکت کھو چکنے کے آج سے پچاس سال پہلے اُن کی حکومتیں موجود تھیں۔ ٹرکی ابھی ایک بڑی طاقت سمجھی جاتی تھی۔ مصر ابھی آزاد تھا۔ ایران اور افغانستان آزاد تھے۔ اور یہ اسلامی حکومتیں

اسلام کی ترقی اور اُس کی تہذیب کا گہوارہ

کہلاتی تھیں۔ مگر یہاں وُہ آواز پیدا نہیں ہوئی۔ خدا نے ترکوں کے بادشاہ سے یہ بات نہیں کہی۔ خدا نے مصر کے بادشاہ سے یہ بات نہیں کہی۔ خدا نے ایران کے بادشاہ سے یہ بات نہیں کہی۔ خدا نے افغانستان کے بادشاہ سے یہ بات نہیں کہی۔ خدا نے ترکی اور مصر وغیرہ کے جو شیخ الاسلام کہلاتے یا علماء کے رئیس کہلاتے تھے۔ اُن سے یہ نہیں کہا۔ بلکہ ہندوستان کے ایک شخص سے خدا نے یہ بات کہی۔ اور ہندوستان میں سے بھی اللہ تعالیٰ نے کلکتہ یا بمبئی کے کسی بڑے رئیس یا عالم سے یہ بات نہیں کہی۔ لاہور۔ یا امرتسر کے کسی بڑے رئیس یا عالم سے یہ بات نہیں کہی۔ کسی ظاہری مرکز یا

علمی اور سیاسی مرکز

میں رہنے والے سے یہ بات نہیں کہی بلکہ خدا نے ریل سے دُور۔ تمدن سے دُور۔ تعلیمی مرکزوں سے دُور قادیان میں ایک ایسی بستی میں جو

کوردیہہ کہلانے کی مستحق

تھی۔ اور جس کے رہنے والے بالکل جاہل۔ اور تہذیب و تمدن سے کوسوں دُور تھے۔ ایک ایسے شخص سے جو نہ عالم سمجھا جاتا تھا۔ نہ فاضل سمجھا جاتا تھا۔ نہ مالدار تھا۔ اُس کے گھر میں اور اُس کے کان میں یہ بات کہی۔ ہم کسی صورت میں بھی اندازہ نہیں کر سکتے اُس کیفیت کا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں اس وقت پیدا ہوتی ہوگی۔ جس لڑائی کی آپ کو خبر دی گئی تھی۔ وُہ یقیناً اس جنگ سے بہت اہم تھی۔ اور ہے۔ جو آج کل جرمنی اور برطانیہ و فرانس میں جاری ہے۔ تم میں سے آج اگر کسی بچہ کو خواب میں۔ یہ کہا جائے۔ کہ تمہارا فرض ہے۔ کہ جاؤ۔ اور جرمنی کو فتح کرو۔ تو وُہ نہایت حیران ہو کر صبح اپنے دوستوں۔ اور ملنے والوں سے کہے گا۔ کہ آج میں نے

ایک عجیب خواب

دیکھا ہے۔ اور جب وُہ بیان کرے گا تو لوگ ہنستے ہوئے کہیں گے۔ کہ معلوم ہوتا ہے۔ رات تم زیادہ کھا گئے ہو گے جس کی وجہ سے تمہیں بدہضمی ہوگئی اور ایسا خواب آگیا۔ وُہ خواب کی طرف کبھی توجہ نہیں کرے گا۔ ہاں کبھی کبھی ہنس کر اپنے دوستوں سے کہہ دے گا کہ میں نے ایک دفعہ

ایک عجیب بے ہودہ سا خواب

دیکھا تھا۔ مگر اسی قسم کی کیفیت میں قادیان میں ایک شخص کو الہام ہوتا ہے۔ اور اُسے جس جنگ کی خبر دی جاتی ہے۔ وُہ اس جنگ سے بہت زیادہ اہم ہے۔

پس اس کے قلب کی جو کیفیت ہوئی ہوگی۔ اس کا اندازہ ہم نہیں کر سکتے۔ اگر تو وُہ اس الہام کو اُس رنگ میں لے لیتا۔ جیسے میں نے بچہ کی مثال دی ہے۔ اور وُہ سمجھتا کہ مجھے بدہضمی ہوگئی ہے۔ یا میں نے زیادہ کھا لیا تھا۔ جس کے نتیجہ میں اس قسم کا خواب آیا۔ یا بخار کی کیفیت تھی۔ یا نزلہ اس کا باعث تھا۔ تب بھی سمجھ آسکتا ہے کہ اُس نے اس

عظیم الشان خبر

کو کس کراہت سے برداشت کیا ہوگا۔ تبھی تو اس نے توجیہہ کرلی۔ کہ یہ محض وہم ہے۔ دماغی خیال یا کسی بیماری کا نتیجہ ہے۔ مگر اُس نے یہ نہیں سمجھا۔ کہ یہ الہام کسی دماغی خرابی کا نتیجہ ہے۔ اُس نے یہ نہیں سمجھا۔ کہ یہ کسی بیماری کا نتیجہ ہے۔ اُس نے یہ نہیں سمجھا۔ کہ یہ کسی بدہضمی کا نتیجہ ہے۔ اُس نے اسے خدا ہی کی آواز قرار دیا۔ جیسا کہ وُہ فی الحقیقت خدا کی طرف سے تھی۔ اور اُس نے یہ نہیں کہا کہ یہ اتفاقی آواز ہے۔ جو میرے کان میں پڑ گئی ہے۔ بلکہ وُہ فوراً اُس آواز کا جواب دینے کے لئے تیار ہو گیا۔ اور اُس نے کہا۔ اے میرے رب میں تیری طرف سے لڑائی کے لئے حاضر ہوں۔ اگر وُہ ایسی آواز کے جواب میں اپنے نفس کو یہ کہہ کر تسلّی دے لیتا۔ کہ یہ میرا وہم ہے یا کسی اندرونی نقص اور بیماری کا نتیجہ ہے تو بے شک اس کے دل کو صبر آ سکتا تھا۔ اور ہم کہہ سکتے تھے کہ اس کی کیفیت میں اضطراب تو پیدا

ہوا ہوگا۔ گو حد درجہ کا نہیں۔ مگر اس نے جس رنگ میں اس کلام کو لیا اور اسکی اہمیت کو سمجھا وہ بتلاتا ہے۔ کہ اس نے اسے کھیل نہیں سمجھا۔ اس نے اسے بیماری نہیں سمجھا۔ اس نے اسے بدہضمی نہیں سمجھا۔ اس نے اسے دماغی خرابی نہیں سمجھا۔ بلکہ اس نے

نہایت یقین اور وثوق

کے ساتھ یہ سمجھا۔ کہ خدا نے واقعہ میں یہ کام میرے سپرد کیا ہے پس وہ تاریک گھڑیاں اور اس کی بقیہ رات اس پر کیسی گزری ہوگی۔ اس کا اندازہ ہم نہیں لگا سکتے۔

ابھی تمہیں وہ مقام حاصل نہیں کہ تم بڑے لوگوں کی مجلسوں میں جاکر تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جسے یہ موقعہ مل سکتا ہو۔ کہ وہ فرانس کے کمانڈر انچیف کے پاس رات گزارے تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جسے یہ موقعہ مل سکتا ہو کہ وہ انگلستان کے کمانڈر انچیف کے پاس رات گزارے تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جسے یہ موقعہ مل سکتا ہو۔ کہ وہ جرمن کے کمانڈر انچیف کے پاس رات گزارے مگر باوجود اس کے کہ وہ بہت چھوٹی سی جنگ کے لئے کھڑے ہوئے ہیں۔ باوجود اس کے کہ ان کے پاس سامان موجود ہیں۔ باوجود اس کے کہ ان کے پاس فوجیں موجود ہیں۔ باوجود اس کے کہ ان کا تمام ملک ان کی مدد کے لئے کھڑا ہے۔ پھر بھی

ان کی راتیں اور دن

جس کرب سے گذرتے ہیں۔ اور جس بھاگ دوڑ سے وہ کام لے رہے ہیں۔ اس کا اندازہ وہی لوگ لگا سکتے ہیں۔ جن کو کبھی تھوڑی دیر کے لئے ان کے پاس جانے اور رہنے کا موقعہ ملا ہو مگر یہ شخص جس پر رات آئی اس کے پاس وہ سامان نہ تھے۔ جو آج انگلستان کے کمانڈر انچیف کو حاصل ہیں۔ اس کے پاس وہ سامان نہ تھے۔ جو آج فرانس کے کمانڈر انچیف کو حاصل ہیں اس کے پاس وہ سامان نہ تھے۔ جو آج جرمن کے کمانڈر انچیف کو حاصل ہیں۔ پھر ان لوگوں کے پاس صرف سامان ہی نہیں۔ بلکہ

ملک کی متحدہ طاقت

ان کے ساتھ ہے۔ انگلستان کا کمانڈر انچیف جانتا ہے۔ کہ اگر میرے پاس گولہ بارود ختم ہوگیا تو بھی پروا نہیں۔ انگلستان کی تمام طاقت میرے ساتھ ہے۔ اور اس کا بچہ بچہ میرے حکم پر کٹ مرنے کے لئے تیار ہے فرانس کا کمانڈر انچیف صرف ان سامانوں کو نہیں دیکھتا جو اس کے پاس ہیں۔ بلکہ وہ جانتا ہے۔ کہ ملک کی تمام آبادی میرے حکم پر لبیک کہنے کے لئے تیار ہے۔ اور جب میں کہوں گا۔ کہ گولہ بارود لاؤ۔ تو وہ گولہ بارود اکٹھا کر دیں گے۔ جب کہوں گا۔ کہ جانی قربانی کرو۔ تو وہ بھیڑ بکریوں کی طرح اپنے

سر کٹانے کے لئے

آگے آجائیں گے۔ اور اگر اور سامانوں کا مطالبہ کروں گا۔ تو وہ حاضر کردینگے پھر ان کے سامنے اپنی کامیابیوں کی ایک تاریخ موجود ہے۔ لمبی اور مسلسل تاریخ۔ فرانس کے کمانڈر انچیف کے سامنے فرانس کی کامیابیوں کی ایک لمبی تاریخ ہے۔ اور انگلستان کے کمانڈر انچیف کے سامنے انگلستان کی کامیابیوں کی ایک لمبی تاریخ ہے۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ وہ کس طرح بری اور بحری جنگوں میں کودے۔ اور ہر میدان میں وہ فاتح اور کامیاب رہے یہ ساری چیزیں ان کے سامنے موجود ہیں۔ مگر باوجود اس کے وہ گھبراتے ہیں۔ کیونکہ وہ نہیں جانتے۔ کہ اس جنگ کا کیا نتیجہ ہوگا۔ حالانکہ یہ جنگ صرف تلوار کی جنگ ہے مگر

دلوں کو فتح کرنے کی جنگ

نہیں۔ جو تلوار کی جنگ سے بہت زیادہ اہم اور بہت زیادہ کٹھن ہوتی ہے اس سے تم اندازہ لگا سکتے ہو۔ کہ وہ آواز جو اس کے کان میں پڑی۔ اس نے اس کے

دل میں کیا تغیر

پیدا کیا ہوگا۔ مگر اس نے اس آواز کو ہنسی میں نہیں ڈالا۔ اس نے اسے پاگلانہ خیال نہیں سمجھا۔ اس نے اسے بیماری کا نتیجہ قرار نہیں دیا۔ بلکہ اس نے اسے خدا ہی کی آواز قرار دیا۔ اور کہا

اے خدا میں حاضر ہوں

اس جواب کے بعد اس نے اپنی باقی رات کس طرح گزاری ہوگی۔ اس کا اندازہ دنیا کا کوئی شخص نہیں لگا سکتا ایک بلبلہ جس طرح سمندر کی سطح پر نمودار ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح وہ دنیا کے سامنے ظاہر ہوا بلکہ بلبلہ اور سمندر کی جو کیفیت ہوتی ہے۔ وہ بھی اس کے مقابلہ میں ہیچ ہے ایک چھوٹا سا بیج تھا جو بہت بڑے جنگل میں ڈال دیا گیا۔ جہاں خشکی ہی خشکی تھی اور پانی کا ایک قطرہ نہ تھا۔ جہاں ریت ہی ریت تھی۔ اور مٹی کا ایک ذرہ نہ تھا۔ بلکہ وہ بیج جو بیابان میں ڈال دیا جائے۔ ایسے ریگستان میں ڈال دیا جائے۔ جہاں پانی نہیں اور جہاں مٹی کا ایک ذرہ نہیں۔ اس کے لئے بھی بڑھنے کا کچھ نہ کچھ موقعہ ہو سکتا ہے۔ اس بلبلے کو بھی کچھ دیر زندہ رہنے کا موقعہ مل جاتا ہے۔ جسے

سمندر کی ہوائیں

ادھر ادھر لے جاتی ہیں۔ مگر اس کے لئے تو اتنی بھی امید نہ تھی۔ جتنی بلبلے کے متعلق سمندر کی لہروں میں امید کی جاتی ہے۔ اور اس کے لئے اتنی بھی امید نہ تھی جتنی اس بیج کے متعلق امید کی جاسکتی ہے۔ جو

ایک وسیع ریگستان میں

ڈال دیا جائے۔ پھر کوئی شخص نہ تھا۔ جس سے وہ مشورہ کر سکتا۔ اور وہ مشورہ کرتا تو کس سے کرتا۔ یہ انسانی آواز نہ تھی۔ کہ اس کے متعلق کسی انسان سے مشورہ لیا جاتا۔ اگر انسانی آواز ہوتی۔ تو کسی دوسرے سے مشورہ لیا جاسکتا تھا۔ اور کہا جاسکتا تھا۔ کہ ایک انسان نے مجھے یہ بات کہی ہے۔ تمہارے بھی جذبات چونکہ ایسے ہی ہیں جیسے اس کے۔ اس لئے مجھے مشورہ دو۔ کہ میں کیا کروں۔ اور کس طرح دنیا کا مقابلہ کروں۔ مگر یہ آواز خدا کی آواز تھی۔ اس لئے وہ کسی بندے سے مشورہ نہیں کر سکتا تھا۔ اور نہ کوئی بندہ ایسا تھا جو اسے مشورہ دے سکتا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی جب پہلی دفعہ یہ آواز آئی۔ تو اس وقت آپ کی جو قلبی کیفیت ہوئی۔ اس کا پتہ حدیثوں سے لگتا ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ اس آواز کے بعد آپ گھر تشریف لائے۔ آپ بہت گھبرائے ہوئے تھے۔ جسم کانپ رہا تھا۔ کندھوں کا گوشت شدت ہیبت سے ہل رہا تھا اور رنگ اڑا ہوا تھا۔ آپ کی وفادار بیوی حضرت خدیجہؓ نے جب آپ کو اس حال میں دیکھا تو انہوں نے گھبرا کر کہا کہ میں آپ کو کس حال میں دیکھتی ہوں۔ آپ کو یہ کیا ہوگیا ہے؟ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا خدیجہ مجھے نہیں معلوم کہ مجھے کیا ہوگیا۔ مجھے یہ آواز آئی ہے۔ کہ اقراء باسم ربك الذی خلق۔ خلق الانسان من علق۔ آسمان کے خدا نے مجھے بلایا ہے۔ تاکہ میں اس کے نام کو لوں۔ اور اسے دنیا میں پھیلاؤں میں حیران ہوں کہ میں اس کام کو کس طرح کروں گا۔ خدائی آواز چونکہ اپنے ساتھ

یقین کے انوار

رکھتی ہے۔ اس لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی یہ نہیں فرمایا۔ کہ مجھے بیماری ہوگئی ہے۔ آپ نے بھی یہ نہیں فرمایا۔ کہ یہ کوئی دماغی عارضہ ہے یا بدہضمی کا نتیجہ ہے۔ بلکہ آپ نے فرمایا کہ یہ ہے تو

آسمان کی آواز

مگر جو کام میرے سپرد کیا گیا ہے میں حیران ہوں کہ اسے کس طرح کروں گا۔

حضرت خدیجہؓ تو آخر آپؐ کی صحبت میں ہی رہنے والی تھیں۔ انہوں نے جب یہ بات سُنی۔ تو انہوں نے اس کا بہت ہی لطیف جواب دیا۔ وُہ ہے تو عورتوں والا جواب۔ مگر بہت ہی ایمان افزا ہے عورتیں عموماً سامانوں کو نہیں دیکھتیں۔ بلکہ ان کا ایمان

ایمان العجائز

ہوتا ہے۔ وُہ یہ نہیں دیکھتیں۔ کہ سامان بھی میسر ہیں یا نہیں۔ بلکہ وُہ کہتی ہیں کہ کام ہو جائے گا۔ کس طرح ہوگا؟ اس کا انہیں کوئی علم نہیں ہوتا۔ خدیجہؓ کا جواب بھی ویسا ہی جواب ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ کلاّ واللہ لا یخزیک اللہ ابداً۔ آپؐ کیوں گھبراتے ہیں مجھے خدا کی قسم ہے۔ کہ خدا آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ جب اُس نے آپؐ کے سپرد ایک کام کیا ہے۔ تو وُہ خود آپ کی مدد کرے گا۔ اور آپؐ کی کامیابی کے لئے سامان مہیا کرے گا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا یہ فقرہ تاریخ میں محفوظ ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ فقرہ یہی نہیں کہ تاریخ میں محفوظ ہے۔ بلکہ اُن فقروں میں سے ہے۔ جن کو تاریخ بھی مٹا نہیں سکتی۔ کلاّ واللہ لا یخزیک اللہ ابداً۔ وُہی ایمان العجائز ہے۔ وُہی یقین اور وُہی وثوق ہے۔ بغیر اس کے کہ وُہ عواقب کو دیکھتیں۔ بغیر اس کے کہ وُہ سامانوں پر نظر دوڑاتیں۔ پس اس واقعہ سے رسُول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قلبی کیفیت کا کسی قدر اندازہ ہو جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی الہامات نازل ہوئے کہ

اُٹھو۔ اور دُنیا کو میری طرف بلاؤ

اور دُنیا میں پھر میرے دین کو قائم کرو۔ ہم اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ یہی کیفیت آپ کی بھی ہوئی ہوگی۔ آپ بھی حیران ہُوئے ہوں گے۔ کہ کہاں میں۔ اور کہاں یہ کام قادیان جیسی جگہ میں۔ میرے جیسے انسان کو آج خدا یہ کہہ رہا ہے کہ دُنیا۔ مہذب دُنیا۔ طاقت ور دُنیا۔ سامانوں والی دُنیا مجھ سے دُور پڑی ہُوئی ہے۔ اِتنی دُور کہ دُنیا اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتی۔ جاؤ۔ اور ان

گناہ کے قلعوں کو پاش پاش کر دو۔

جو اسلام کے مقابلہ میں بنائے گئے ہیں۔ اور جاؤ۔ اور اُن شیطانی حکومتوں کو مٹا دو۔ جو میری حکومت کے مقابلہ میں قائم کی گئی ہیں۔ اور ان تمام بے دینی کے قلعوں اور شیطانی حکومتوں کی جگہ میری حکومت۔ اور دین کی بادشاہت قائم کرو۔

اگر کوئی شخص دُوربین نگاہ رکھتا ہے۔ اگر کوئی شخص حقیقت کو سمجھ سکتا ہے۔ تو میں کہوں گا۔ کہ یہ مطالبہ اس سے بھی زیادہ مشکل تھا۔ جیسے کسی کو چاند دکھایا جائے۔ اور کہا جائے۔ کہ جاؤ۔ اور اس

چاند کو جا کر توڑ ڈالو

وُہ تو وہاں جا بھی نہیں سکتا۔ پھر اس سے یہ کس طرح ممکن ہے۔ کہ اس کو توڑ ڈالے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تو وہاں پہونچ بھی نہ تھی۔ جہاں خدا آپ کو پہونچانا چاہتا تھا۔ بھلا کونسے ذرائع آپ کے پاس ایسے موجود تھے۔ کہ آپ امرتسر کے لوگوں تک ہی اپنی آواز پہونچا سکتے۔ یا لاہور۔ بمبئی۔ اور کلکتہ کے لوگوں تک یہ

الٰہی پیغام

پہونچا سکتے۔ یا کونسے ذرائع آپ کے پاس ایسے موجود تھے۔ کہ آپ عرب کے لوگوں کو بیدار کر سکتے آپ انگلستان اور امریکہ تک اپنی آواز پہونچا سکتے۔ ہزاروں آوازیں دُنیا میں گونج رہی تھیں۔ ہزاروں قومیں دُنیا میں موجود تھیں۔ بیسیوں حکومتیں دُنیا میں پائی جاتی تھیں۔ جن کی نگاہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتنی بھی تو عزت نہ تھی۔ جتنی دنیاوی حکومت کے سکرٹریٹ کے چپڑاسی کی ہوتی ہے۔ مگر خدا نے کہا۔ اُٹھ۔ اور دُنیا کو میرا پیغام پہونچا دے۔ اور اُس نے کہا۔

اَے میرے رب میں حاضر ہوں

اُس نے یہ بھی تو نہیں سوچا۔ کہ یہ کام کیونکر ہوگا۔ اُس کا جسم کانپا ہوگا۔ یقیناً۔ اُس کے دل پر رعشہ طاری ہُوا ہوگا۔ یقیناً۔ وُہ حیران ہُوا ہوگا۔ یقیناً۔ مگر اس نے یہ نہیں پوچھا۔ کہ یہ کام کیونکر اور کس طرح ہوگا۔ اُس کے دل کے تقوٰے اور

محبّت الٰہی

نے اُسے سوچنے کا موقعہ ہی نہیں دیا۔ اور اُس کے جذبۂ فدائیت نے یہ پوچھنے ہی نہیں دیا۔ کہ اے میرے رب یہ کس طرح ہوگا؟ اس نے پہلے کہا۔ ہاں اے میرے رب میں حاضر ہوں۔ اور پھر اُس نے سوچا۔ کہ میرے پاس تو کچھ نہیں یہ کام کس طرح ہوگا۔

یہی وُہ

حقیقی اطاعت کا جوش

ہے۔ جو لبّیک پہلے کہلوا دیتا ہے اور فکر پیچھے پیدا ہوتا ہے۔

صحابہ رضؓ کی مجلس کا ہی

ایک واقعہ

ہے جس سے پتہ لگتا ہے۔ کہ جہاں سچی محبت ہوتی ہے۔ وہاں تعمیل پہلے ہوتی ہے اور فکر بعد میں پیدا ہوتا ہے۔

اہل عرب شراب کے سخت عادی تھے۔ ایسے عادی کہ بہت کم لوگ اُن کی طرح شراب کے عادی ہوتے ہیں۔ اُن کا تمام لٹریچر۔ شعر۔ نثر۔ اور خطبے شراب کے ذکر سے بھرے ہُوئے ہوتے تھے۔ مسلمان بھی چونکہ انہی میں سے آئے تھے۔ اس لئے ان میں بھی وُہی عادتیں تھیں۔ اللہ تعالےٰ نے اپنی حکمت کے ماتحت شروع میں شراب حرام نہیں کی۔ مکہ کا سارا زمانہ گزر گیا اور شراب حلال رہی۔ مدینہ میں بھی چند سال اسی طرح گزر گئے۔ اور شراب کی حرمت نہ ہُوئی۔ یہاں تک کہ ایک دن اللہ تعالےٰ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے فرمایا۔ کہ اب شراب حرام کی جاتی ہے۔ آپؐ مسجد میں آئے اور جو لوگ اُس وقت موجود تھے ان سے کہا۔ کہ اب خدا نے شراب حرام کر دی ہے۔ اور ایک شخص سے کہا۔ کہ جاؤ۔ مدینہ کی گلیوں میں

شراب کی حرمت کا اعلان

کرو۔ اُس وقت مدینہ میں ایک خوشی کی مجلس منعقد ہو رہی تھی۔ اور حسب دستور اُس مجلس میں شراب کے مٹکے رکھے ہُوئے تھے۔ لوگ باتیں کرتے۔ گانے بجاتے۔ اور شرابیں پیتے جاتے تھے۔ ایک بہت بڑا مٹکا وُہ ختم کر چکے تھے۔ اور دو مٹکے شراب کے ابھی باقی تھے۔ تم سمجھ سکتے ہو۔ کہ جہاں شراب کا ایک مٹکا ختم ہو چکا ہو۔ وہاں دماغوں کی کیا کیفیت ہوگی۔ اُس وقت وُہ لوگ نشہ میں آئے ہُوئے تھے۔ اور اُن کے ہوش و حواس بہت کچھ زائل ہو چکے تھے۔ کہ بازار میں سے اُس شخص کی یہ آواز آئی۔ کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے شراب حرام کر دی ہے۔ انہی

شراب سے مدہوش

لوگوں میں سے ایک شخص گھبرا کر اُٹھا۔ اور کہنے لگا۔ میرے کان میں ایک آواز آئی ہے۔ جو یہ کہہ رہی ہے۔ کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے شراب حرام کر دی ہے۔ میں باہر نکل کر دیکھوں تو سہی۔ یہ آواز کیسی ہے۔ میں سمجھتا ہُوں۔ اگر اتنے پر ہی بس ہو جاتی۔ تو یہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُس محبت کا جو صحابہؓ کے دلوں میں تھی۔

معجزانہ نمونہ

ہوتا۔ شراب کے نشہ میں بھلا کون دیکھتا ہے۔ کہ کیسی آواز آ رہی ہے۔ عام حالات میں تو وُہ ہنستے اور کہتے کہ شراب کو کون حرام کر سکتا ہے۔

پس اگر بات یہیں تک رہتی۔ تب بھی یہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کا ایک معجزنما ثبوت ہوتی۔ مگر اسی پر بس نہیں جب اس نے یہ کہا کہ میں دیکھوں تو سہی یہ آواز کیسی آرہی ہے تو ایک اور آدمی جو شراب کے نشہ میں مست بیٹھا ہوُا تھا۔ اور شراب پی پی کر اس کے دماغ میں نشہ غالب آرہا تھا۔ یکدم اس حالت سے بیدار ہوُا اور بولا کیا کہا تم نے؟ ہمارے کان میں آواز پڑتی ہے۔ کہ محمد رسول اللہ صلعم نے شراب حرام کردی۔ اور تم کہتے ہو تحقیق کرو اس کی بات کہاں تک سچ ہے۔ خدا کی قسم میں ایسا نہیں کرونگا میں پہلے شراب کا مٹکا توڑوں گا بعد میں پوچھوں گا۔ یہ کہکر اس نے سونٹا پکڑ کر زور سے مٹکوں کو مارا۔ اور انہیں توڑ دیا۔ اور شراب صحن میں پانی کی طرح بہنے لگی۔ اس کے بعد اس نے دروازہ کھولکر اعلان کرنے والے سے پوچھا کہ کیا بات ہے۔ اس نے بتایا کہ مجھے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ اعلان کروں کہ شراب حرام کردی گئی ہے۔ اس نے کہا ہم تو پہلے ہی شراب کے مٹکے توڑ چکے ہیں۔ خدا کی رحمتیں ہوں اس شخص پر اس نے

عشق کا ایک ایسا نمونہ

قائم کیا کہ قیس اور مجنوں کا عشق اگر کہا میں کوئی حقیقت بھی تھی بھی۔ اس کے عشق کے مقابل پر مرجھا کر رہ جاتا ہے۔

اس حقیقی محبت کے نظارہ سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ جہاں محبت ہوتی ہے وہاں دلیلیں نہیں پوچھی جاتیں۔ وہاں انسان پہلے اطاعت کا اعلان کرتا ہے۔ پھر یہ سوچتا ہے کہ میں اس حکم پر کس طرح عمل کروں۔

یہی کیفیات انبیاء کی ہوتی ہیں جب اللہ تعالےٰ کا پہلا کلام اترتا ہے تو اللہ تعالےٰ کی محبت ان کے دلوں میں اتنی ہوتی ہے جتنی ہوتی ہے۔ کہ وہ دلیل بازی نہیں کرتے۔ اور جب خدا کی آواز ان کے کانوں میں پہونچتی ہے تو وہ یہ نہیں کہتے۔ کہ اے ہمارے رب تو ہم سے ہنسی کر رہا ہے کہاں ہم اور کہاں یہ کام بلکہ وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب بہت اچھا اور یہ کہکر کام کے لئے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ اور اس کے بعد سوچتے ہیں کہ اب انہیں کیا کرنا چاہیئے۔

یہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا اور یہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس رات کیا۔ خدا نے کہا اٹھ اور دنیا کی ہدائت کے لئے کھڑا ہو۔ اور وہ فوراً کھڑے ہوگئے۔ اور پھر سوچنے لگے کہ اب میں یہ کام کس طرح کرونگا پس آج سے پچاس سال پہلے کی وہ تاریخی رات جو دنیا کے آئندہ انقلابات کے لئے زبردست حربہ ثابت ہونے والی ہے۔ جو

آئندہ بننے والی نئی دُنیا

کے لئے ابتدائی رات اور ابتدائی دن قرار دی جانے والی ہے۔ اگر ہم اس رات کا نظارہ سوچیں تو یقیناً ہمارے دل اس خوشی کو بالکل اور نگاہ سے دیکھیں۔ ہم میں سے کتنے ہیں جو یہ سوچتے ہیں۔ کہ یہ خوشی انہیں کس گھڑی کے نتیجہ میں ملی۔ یہ مسرت انہیں کس پل کے نتیجہ میں حاصل ہوئی۔ اور کس رات کے بعد ان پر کامیابی وکامرانی کا دن چڑھا۔ یہ خوشی اور یہ مسرت اور یہ کامیابی وکامرانی کا دن ان کو اس گھڑی اور اس رات کے نتیجہ میں ملا جس میں ایک تن تنہا بندہ جو

دنیا کی نظروں میں حقیر

اور تمام دنیوی سامانوں سے محروم تھا اسے خدا نے کہا۔ کہ اٹھ اور دنیا کی ہدائت کے لئے کھڑا ہو۔ اور اس نے کہا اے میرے رب میں کھڑا ہوگیا۔ یہ وہ وفاداری تھی۔ یہ وہ محبت کا صحیح مظاہرہ تھا۔ جسے خدا نے قبول کیا۔ اور اس نے اپنے فضل اور رحم سے اس کو نوازا۔

رونا اور ہنسنا دونوں ہی

اللہ تعالےٰ کی شان سے بعید

ہیں۔ لیکن محبت کی گفتگو میں اور محبت کے کلاموں میں یہ باتیں آہی جاتی ہیں۔

پس میں کہتا ہوں اگر خدا کے لئے بھی رونا ممکن ہوتا۔ اگر خدا کے لئے بھی ہنسنا ممکن ہوتا۔ تو جس وقت خدا نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کہا کہ میں تجھے

دنیا کی اصلاح کے لئے

کھڑا کرتا ہوں۔ اور آپ فوراً کھڑے ہوگئے۔ اور آپ نے یہ سوچا تک نہیں کہ یہ کام مجھ سے ہوگا کیونکر؟ اگر اس وقت خدا کے لئے رونا ممکن ہوتا۔ تو میں یقیناً جانتا ہوں۔ کہ خدا رو پڑتا۔ اور اگر خدا کے لئے ہنسنا ممکن ہوتا تو وہ یقیناً ہنس پڑتا۔ وہ ہنستا بظاہر اس بیوقوفی کے دعوے پر جو تمام دنیا کے مقابلہ میں ایک نحیف وناتواں وجود نے کیا۔ اور وہ رو پڑتا اس جذبۂ محبت پر جو اس تن تنہا روح نے خدا کے لئے ظاہر کیا۔ یہی

سچی دوستی

تھی جو خدا کو منظور ہوئی۔ اور اسی رنگ کی سچی دوستی ہی ہوتی ہے جو دنیا میں کام آیا کرتی ہے:

میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہی یہ واقعہ سنا ہوُا ہے۔ کہ ایک باپ اپنے بیٹے کو ہمیشہ یہ نصیحت کیا کرتا تھا۔ کہ تم جلدی لوگوں کو دوست بنالیتے ہو یہ کوئی اچھی بات نہیں

سچے دوست کا ملنا بہت ہی مشکل ہوتا ہے

اور وہ کہتا کہ آپ کو غلطی لگی ہوئی ہے۔ میرے دوست سب سچے ہیں اور خواہ مجھ پر کیسی ہی مصیبت کا وقت آئے۔ یہ میری مدد سے گریز نہیں کریں گے۔ اس نے بہترا سمجھایا مگر بیٹے پر کوئی اثر نہ ہوُا۔ باپ نے کہا کہ میں ساٹھ ستر سال کی عمر کو پہونچ گیا مگر مجھے تو اب تک صرف ایک ہی دوست ملا ہے۔ اور وہ بھی فلاں غریب شخص جسے اس کا بیٹا حقارت سے دیکھا کرتا تھا۔ اور اپنے باپ سے کہا کرتا کہ آپ اتنے بڑے ہوکر اس سپاہی سے کیوں محبت رکھتے ہیں۔ اور باپ ہمیشہ یہی کہتا۔ کہ مجھے تمام عمر میں اگر کوئی سچا دوست ملا ہے تو یہی ہے آخر ایک دن اس نے اپنے بیٹے سے کہا۔ کہ تم میری بات نہیں مانتے تو تجربہ کرلو۔ اور اپنے دوستوں سے جاکر کہو۔ کہ میرے باپ نے مجھے اپنے گھر سے نکال دیا ہے۔ میرے پاس رہنے کی کوئی جگہ نہیں۔ میرے لئے

رہائش اور خوراک کا انتظام

کردو۔ اس نے کہا بہت اچھا۔ چنانچہ وہ ایک ایک کے پاس گیا۔ مگر جس دوست کے پاس بھی جاتا۔ وہ پہلے تو کہتا کہ آپ نے بڑی عزت افزائی فرمائی سنائیے آپ کا کیسے آنا ہوُا۔ اور جب یہ کہتا کہ میرے باپ نے مجھے نکال دیا ہے اب میں آپ کے پاس آیا ہوں۔ تاکہ آپ میری رہائش وغیرہ کا انتظام کردیں۔ تو وہ یہ سنتے ہی

کوئی بہانہ بناکر

اندر چلا جاتا۔ غرض اسی طرح اس نے سارے دوستوں کا چکر لگالیا اور آخر باپ کے پاس آکر کہا کہ آپ کی بات ٹھیک نکلی۔ میرے دوستوں میں سے ایک بھی تو نہیں جس نے مجھے مونہہ لگایا ہو۔ باپ نے کہا اچھا تم نے اپنے دوستوں کا تو تجربہ کرلیا۔ اب آج کی رات میرے دوست کا بھی تجربہ کرلینا چونکہ وہ امیر آدمی تھا اس لئے وہ اپنے دوست کے مکان پر نہیں جایا کرتا تھا۔ اکثر وہی اس کے مکان پر آجاتا۔ مگر اس رات وہ اچانک بیٹے کو ساتھ لے کر اپنے دوست کے مکان پر گیا۔ اور دروازہ پر دستک دی آدھی رات کا وقت تھا۔ اس نے پوچھا کون۔ اس نے اپنا نام بتایا کہ میں ہوں وہ کہنے لگا بہت اچھا ذرا ٹھہریئے میں آتا ہوں۔ یہ باہر انتظار کرنے لگ گئے مگر کافی وقت گزر گیا اور وہ اندر سے نہ نکلا

یہ دیکھ کر بیٹا کہنے لگا۔ جناب آپ کا دوست بھی آخر ویسا ہی نکلا۔ باپ کہنے لگا ذرا ٹھہرو۔ مایوس نہ ہو۔ دیر لگانے کی کوئی وجہ ہوگی۔ آخر کوئی آدھ گھنٹہ کے بعد وہ دوست باہر نکلا۔ اس کی حالت یہ تھی۔ کہ اس نے گلے میں تلوار لٹکائی ہوئی تھی۔ ایک ہاتھ میں روپوں کی تھیلی تھی۔ اور دوسرے ہاتھ سے اس نے اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ اور کہنے لگا۔ معاف کیجئے۔ مجھے دیر ہو گئی۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ جب مجھے آپ کی آواز آئی۔ تو میں نے سمجھا کہ ضرور

کوئی بڑا کام

ہے۔ جس کے لئے آپ رات کو میرے پاس آئے ہیں۔ میں نے سوچا کہ آخر آپ کو مجھ سے اس وقت کیا کام ہو سکتا ہے۔ اور میرے دل میں خیال پیدا ہوا۔ کہ دنیا میں مصیبتیں آتی رہتی ہیں۔ اور بعض دفعہ بڑے بڑے امیر آدمی بھی بلاؤں میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ پس میں نے سمجھا کہ شاید کوئی بیمار ہے جس کی خدمت کے لئے مجھے بلایا ہے۔ اس لئے میں نے فوراً اپنی بیوی کو جگایا اور کہا کہ میرے ساتھ چل۔ ممکن ہے کسی خدمت کی ضرورت ہو۔ پھر میں نے سوچا ممکن ہے کسی دشمن سے مقابلہ ہو جس میں میری جان کی ضرورت ہو۔ سو اس خیال کے آنے پر میں نے تلوار نکال کر گلے میں لٹکا لی۔ کہ اگر جانی قربانی کی ضرورت ہو۔ تو میں اس کے لئے بھی حاضر ہوں۔ پھر میں نے سوچا کہ آپ امیر تو ہیں ہی۔ مگر بعض دفعہ امراء پر بھی ایسے اوقات آ جاتے ہیں۔ کہ وہ روپوں کے محتاج ہو جاتے ہیں۔ پس میں نے سوچا کہ شاید اس وقت آپ کو روپوں کی ضرورت ہو۔ میں نے ساری عمر تھوڑا تھوڑا جمع کر کے کچھ روپیہ حفاظت سے رکھا ہوا تھا۔ اور اسے زمین میں ایک طرف دبا دیا تھا۔ اس خیال کے آنے پر میں نے زمین کو کھود کر اس میں سے تھیلی نکالی۔ اور اب یہ تینوں چیزیں حاضر ہیں۔ فرمائیے آپ کا کیا ارشاد ہے؟

دنیا کی زبان میں یہ دوستی کی

نہائت ہی شاندار مثال

ہے۔ اور انسان ایسے جذبات کو دیکھ کر بغیر اس کے کہ وہ اپنے دل میں شدید ہیجان محسوس کرے نہیں رہ سکتا مگر اس دوستی کا اظہار اس دوستی کے مقابلہ میں کچھ بھی تو نہیں۔ جو نبی اپنے خدا کے لئے ظاہر کرتے ہیں۔ وہاں قدم قدم پر مشکلات ہوتی ہیں۔ وہاں قدم قدم پر قربانیاں پیش کرنی پڑتی ہیں۔ اور وہاں قدم قدم پر مشکلات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ پس نبیوں کا جواب اپنے خدا کو ویسا ہی ہوتا ہے بلکہ اس سے بہت بڑھ کر جیسے اس غریب آدمی نے امیر آدمی کو دیا بلکہ اگر ہم معقولات کی نظر سے اس کو دیکھیں اور

منطقی نقطہ نگاہ

سے اس پر غور کریں۔ تو اس غریب آدمی کی یہ حرکت ہنسی کے قابل نظر آتی ہے۔ کیونکہ اس امیر کے ہزاروں نوکر چاکر تھے۔ ان کے ہوتے ہوئے اس کی بیوی نے کیا زائد خدمت کر لینی تھی۔ اسی طرح وہ لاکھوں کا مالک تھا۔ اس کو سو ڈیڑھ سو روپیہ کی تھیلی کیا فائدہ پہنچا سکتی تھی۔ اور خود اس کے کئی پہرہ دار اور محافظ تھے۔ اس کو اس دوست کی تلوار کیا نفع پہنچا سکتی تھی۔ مگر محبت کے جوش میں اس نے یہ نہیں سوچا کہ میری تلوار کیا کام دے گی۔ میرا تھوڑا سا روپیہ کیا فائدہ دے گا۔ اور میری بیوی کیا خدمت سرانجام دے سکیگی۔ اس نے اتنا ہی سوچا۔ کہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ مجھے حاضر کر دینا چاہئیے۔ ایسے ہی

بیوقوفی کے واقعات

میں مجھے بھی اپنا ایک واقعہ یاد ہے۔ کئی دفعہ اس واقعہ کو یاد کر کے میں ہنسا بھی ہوں۔ اور بسا اوقات میری آنکھوں میں آنسو بھی آ گئے ہیں۔ مگر میں اسے بڑی قدر کی نگاہ سے بھی دیکھا کرتا ہوں اور مجھے اپنے زندگی کے جن واقعات پر ناز ہے ان میں وہ ایک حماقت کا واقعہ بھی ہے۔ وہ واقعہ یہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ایک رات ہم سب صحن میں سو رہے تھے۔ گرمی کا موسم تھا۔ کہ آسمان پر بادل آیا۔ اور زور سے گرجنے لگا۔ اسی دوران میں قادیان کے قریب ہی کہیں بجلی گر گئی۔ مگر اس کی کڑک اس زور کی تھی۔ کہ قادیان کے ہر گھر کے لوگوں نے یہ سمجھا۔ کہ یہ بجلی شاید ان کے گھر میں ہی گری ہے۔ ہمارے مدرسہ میں بھی ایک واقعہ ہوا۔ جس کو یاد کر کے لڑکے مدتوں ہنستے رہے۔ اور وہ یہ کہ فخر دین ملتانی جو بعد میں مرتد ہو گیا وہ اس وقت طالب علم تھا اور بورڈنگ ہاؤس میں رہا کرتا تھا۔ جب بجلی کی زور سے کڑک ہوئی۔ تو اس نے اپنے متعلق سمجھا۔ کہ بجلی شاید اس پر گری ہے۔ اور وہ ڈر کے مارے چارپائی کے نیچے چھپ گیا۔ اور زور زور سے آواز دینے لگا۔ کہ بلی بلی۔ بجلی کا لفظ اس کے مونہہ سے نکلتا ہی نہیں تھا۔ ڈر کے مارے بلی بلی کہنے لگ گیا۔ پہلے تو سارے ہی لڑکے بھاگ کر کمروں میں چلے گئے۔ مگر پھر تھوڑی دیر کے بعد باہر نکلے تو اسے چارپائی کے نیچے چھپا ہوا پایا اور دیکھا کہ وہ بلی بلی کر رہا ہے۔ آخر پوچھا تو اس کے ہوش ٹھکانے آئے۔ اور کہنے لگا مجھ پر بجلی گر پڑی ہے۔ تو وہ اتنی زور کی کڑک تھی۔ کہ ہر شخص نے یہ سمجھا کہ اسی کے قریب بجلی گری ہے۔ اس کڑک کی وجہ سے اور کچھ بادلوں کی وجہ سے تمام لوگ کمروں میں چلے گئے۔ جس وقت بجلی کی یہ کڑک ہوئی۔ اس وقت ہم بھی جو صحن میں سو رہے تھے۔ اٹھ کر اندر چلے گئے۔ مجھے آج تک وہ نظارہ یاد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب اندر کی طرف جانے لگے۔ تو میں نے

اپنے دونوں ہاتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سر پر

رکھ دئیے۔ کہ اگر بجلی گرے تو مجھ پر گرے۔ ان پر نہ گرے۔ بعد میں جب میرے ہوش ٹھکانے آئے۔ تو مجھے اس اپنی اس حرکت پر ہنسی آئی۔ کہ ان کی وجہ سے تو ہم نے بجلی سے بچنا تھا۔ نہ یہ کہ ہماری وجہ سے وہ بجلی سے محفوظ رہتے۔ میں سمجھتا ہوں۔ میری وہ حرکت ایک مجنون کی حرکت سے کم نہیں تھی۔ مگر مجھے ہمیشہ خوشی ہوا کرتی ہے۔ کہ اس واقعہ نے مجھ پر بھی اس محبت کو ظاہر کر دیا۔ جو مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تھی۔ بسا اوقات انسان خود بھی نہیں جانتا کہ مجھے دوسرے سے کتنی محبت ہے جب اس قسم کا کوئی واقعہ ہو۔ تو اسے بھی اپنی محبت کی وسعت اور اس کی گہرائی کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ تو جس وقت محبت کا انتہائی جوش اٹھتا ہے۔ عقل اس وقت کام نہیں کرتی۔ محبت پرے پھینک دیتی ہے عقل کو۔ اور محبت پرے پھینک دیتی ہے فکر کو۔ اور وہ آپ سامنے آ جاتی ہے۔ جس طرح چیل جب مرغی کے بچوں پر حملہ کرتی ہے۔ تو مرغی بچوں کو جمع کر کے اپنے پروں کے نیچے چھپا لیتی ہے۔ اور بعض دفعہ تو محبت ایسی ایسی حرکات کرا دیتی ہے۔ کہ دنیا اسے پاگل پنے کی حرکات قرار دیتی ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ وہ جنون دنیا کی ساری عقلوں سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے۔ اور دنیا کی ساری عقلیں اس ایک مجنونانہ حرکت پر قربان کی جا سکتی ہیں۔ کیونکہ

اصل عقل وہی ہے جو محبت سے پیدا ہوتی ہے۔

نبی کو بھی جب آواز آتی ہے۔ کہ خدا زمین و آسمان کو پیدا کرنے والا خدا۔ خدا عزت و شوکت کو پیدا کرنے والا خدا۔ بادشاہوں کو گدا۔ اور گداؤں کو بادشاہ بنانے والا خدا۔ حکومتوں کو قائم کرنے۔ اور حکومتوں کو مٹانے والا خدا۔ دولتوں کے دینے اور دولتوں کو لے لینے والا خدا